کہتے ہیں۔ انہوں نے ''خوفِ خدا'' کی Term کو 'محبت خدا' میں بدلا ہے۔ اِس ''سحرِ بیکراں'' کے فسانے میں بس یہی اک 'حقیقتِ لازوال' ہے۔

؎ فنا کے ساگر میں جب بھی دیکھا وہی گُہر لازوال دیکھا

پروفیسر احمد رفیق اختر کی شخصیت اور ان کی علمی معرفت کسی اسرار کی طرح ہے اور اس کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ:

''ایک عارف کو ایک عارف ہی پہچان سکتا ہے''۔

اُن کی ایک ادنیٰ سی شاگرد ہونے کے ناطے اپنے محترم استاد کیلئے احسان مندی اور تشکر کے محسوسات کے اظہار کی خواہش کے باوجود ان کے بارے میں کچھ کہنا ایک بڑا ہی مشکل کام ہے کہ نہ ہی میرے الفاظ میں دم ہے اور نہ اندازِ بیان میں ایسی تاثیر...... میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ ''استاذ'' ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ زمانہ کسی ''خداشناس'' سے خالی نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے محترم استاد کی مختلف موضوعات پر گفتگو کو کتابی صورت میں مدوّن کرنے کی توفیق اور ہمت عطا کی۔

''پیمانِ ازل'' سے لیکر ''نقوشِ سدرۂ جمال'' تک کا سفر میری کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے بڑا کٹھن سہی مگر استادِ محترم کی محبت، شفقت اور توجہ نے اسے آسان کردیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اگر ان تمام کتابوں میں کوئی لفظی، معنوی یا عبارتی غلطی آپ کی نظر سے گزرے تو اسے میری کم فہمی پر محمول کیجئے گا اور درج ذیل ایڈریس پر اس کی نشان دہی ضرور کیجئے گا: مقصود الٰہی، پاک ڈسٹری بیوٹرز آف فارماسیوٹیکلز، کچہری روڈ مشین محلہ نمبر 1 جہلم۔ موبائل: 0321-5442326 یا www.alamaat.com

کلثوم اسماعیل
3 مارچ 2008ء

قرآن کا نظریہءِ اعتدال

اَعُوذُ بِااللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّ حمٰنِ الرَّ حِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۝

خواتین وحضرات! آج کی اس تقریر کو میں نے دو قسم کے مسلمانوں کیلئے منسوب کیا ہے۔ ایک وہ اداس، محزون، غمزدہ، پریشان حال، مستقبل کے بارے میں فکرمند، اپنی زندگی اپنی قوم اور اپنے ملک کے بارے میں فکرمند...... جن کو تمام اقوام کی طرف سے مسلسل یہ باور کروایا جارہا ہے کہ شاید یہ بدتہذیب، گنوار، کم تعلیم یافتہ اور جاہلانِ مطلق افراد کی قوم ہے جو صرف تشدد پسند کرتے ہیں، جو صرف مکروفریب کی زندگی چاہتے ہیں، جو صرف ظلم و بربریت کے شائق ہیں......

خواتین وحضرات! ایک فارسی کا مصرعہ ان کیلئے ہے اور دوسرا ان صاحبانِ فکر کیلئے جنہوں نے کبھی قرآن کھول کر نہیں پڑھا ہوتا، جنہوں نے کبھی حدیث کے اوراق نہیں دیکھے ہوتے مگر وہ اسلام کو مسلمانوں کی حالت پر گمان کرتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس دقیانوسی قصہءِ پارینہ میں اب

ایسی کوئی حلاوت نہیں رہی کہ جس کو دیکھ کر آپ کہہ سکیں کہ کیا یہ بھی رسم و رواج کا، اخلاقیات کا، زندگی میں جدوجہد کا کوئی مذہب ہے۔ یہ دو مصرعے جناب افتخار عارف کی اجازت کے ساتھ:

ے بپاسِ خاطرِ آشفتہ حالاں
بنامِ شاھدِ روشن خیالاں

خواتین و حضرات! اس مطالعۂ تاریخ نے انسانوں کو بڑا confuse کیا ہے۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تاریخ زمینی حقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات و حالات و حادثات و افراد و اعمال کا ایک اجتماع تاریخ ہے مگر زمین کو دیکھنے کا ایک مختلف انداز بھی ہے۔ زمینی حقائق کو پرکھنے کی ایک حقیقت اور بھی ہے جس کی طرف سے ہم تاریخ پر نظر ڈال سکتے ہیں اور وہ آسمانی حقائق ہیں۔

خواتین و حضرات! کیا عجیب بات ہے کہ تاریخ کوئی وجود نہیں ہے، تاریخ کوئی انسان نہیں ہے، تاریخ کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس میں از خود اپنے آپ کو دہرانے کی صلاحیت ہو مگر آخر یہ کیا چیز ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے؟ آخر ہم کس بات پر بنیاد کر کے کہتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے سماجی شعور، تمام بڑی بڑی سیاسی قوتیں، فوجی قوتیں اسی طریقۂ کار سے اِضمحلال کا شکار ہوئیں، اسی طرح اپنے زوال کا شکار ہوئیں، مگر آپ نے اس بات پر غور کیا کہ تاریخ بذاتِ خود نہیں سوچتی، تاریخ کوئی دماغ تو نہیں...... یہ افراد کا مجموعی طرزِ عمل ہے یا انفرادی طرزِ عمل ہے جو اوراقِ گم گشتہ میں درج کیا جاتا ہے، اس کے اثرات درج کیے جاتے ہیں مگر کیا عجیب بات ہے کہ جب سے انسانی تہذیب شروع ہوئی، جب سے انسانی تاریخ شروع ہوئی تاریخ نے اپنے نتائج نہیں بدلے، اپنے انداز نہیں بدلے، اپنے عروج کے اسباب نہیں بدلے، اپنے زوال کے اسباب نہیں بدلے تو پھر سوچنا پڑتا ہے کہ ایک بے نام حقیقت میں اس قدر ضابطہ اور تنظیم کیسے آسکتی ہے سوائے اس کے کہ ہم اسے کسی آسمانی حقیقت کی نظر سے دیکھیں۔ ہمیں دیکھنا پڑتا ہے کہ کس نے تاریخ کے اصول مرتب کیے؟ کیوں تاریخ اپنے pattern سے انحراف نہیں کر جاتی؟ صدیوں میں کبھی ایک مرتبہ تو تاریخ اپنے انداز سے انحراف کر جائے...... کبھی تو ایسا

لگے کہ کوئی جابرِ مطلق جابر ہی رہ جائے اور کبھی کوئی مظلوم ابد ہا ابد تک مظلوم رہ جائے...... ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ خواتین و حضرات! اس لئے کہ تاریخ زمین پر مرتب نہیں ہوتی، آسمانی حقائق زمینی حقائق کو تہذیب دیتے ہیں۔ آسمانی حقائق نے چند اصول، چند اخلاقی، چند ذہنی، چند عملی اصول مرتب کر رکھے ہیں اور یہ وہی ہو سکتا ہے...... وہی قادرِ مطلق جو حالات کو زندگی دیتا ہے، جو لمحات کو زندگی دیتا ہے، جو واقعات کو زندگی دیتا ہے، وہی انسانوں کی تعمیر و ترقی کے اصول بھی دے رہا ہے۔ تاریخ اسلئے نہیں بدلتی خواتین و حضرات! کہ پروردگارِ عالم یہ فرماتے ہیں:

"فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللہِ تَبدِیلاً" (فاطر ۳۵:۴۳)

(پس تو ہرگز اللہ کی عادت کو بدلتا ہوا نہ پائے گا۔)

ہمارا اندازِ فکر نہیں بدلتا۔ کوئی قوم ہم سے ان اصولوں پر رعایت نہیں لے سکتی جن اصولوں پر ہم نے زندگی استوار کی ہے، جن اصولوں پر ہم نے عروج و زوالِ قوم رکھا ہے اور فرمایا قرآن حکیم میں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی قوم اپنے تاریخی ادوار سے ایک لمحہ آگے بڑھ جائے یا ایک لمحہ پیچھے ہو جائے۔ اُسی پروردگارِ عالم نے اپنی judgement کے تحت جب یہ سارے حالات مرتب کیے تو کچھ اقوام کا جائزہ لینے سے ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آخر ہوا کیا؟ اتنی بڑی بڑی قومیں رسوا کیوں ہوئیں؟ جو اتنے بڑے جابرِ مطلق اشخاص تھے، وہ کیوں زمین پر آن پڑے؟ ایک ہلکا سا جائزہ میں آپ کو ان تمام تہذیبوں کا دینا چاہتا ہوں جو آج سے تین ہزار سال قبل گزری تھیں۔

وہ analysis جو مؤرخین نے کیے، جو philosophers of history نے کیے، ان میں ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے Gim Nelson Black نے اپنی کتاب "When Nations Die" (جب قومیں مرتی ہیں) میں لکھا کہ جب قومیں مرتی ہیں تو اس وقت ان کے اصول کیا ہوتے ہیں۔ وہ ایک حیران کن بات یہ کہتا ہے کہ ہزاروں سال کی تاریخ دیکھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ قومیں ہر جگہ صرف ایک وجہ سے مرتی ہیں۔ قوموں کا عروج و زوال صرف ایک main cause کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی کی زبان میں مَیں وہ جملے آپ کیلئے پڑھنا چاہتا ہوں:

"There are many reasons for the decline and fall of a nation, but an important and often overlooked reason is its abandonment of religion."

کیونکہ زمینی حقائق والے یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ صدیوں بعد جب مؤرخین analyse کرتے ہیں، جب اشیاء کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں، جب غور و فکر کرتے ہیں تو ان کو جو major cause نظر آتی ہے اس کو mention کرتے ہوئے Gim Nelson Black کہتے ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنا دین چھوڑ جاتے ہیں۔

خواتین و حضرات! میری تھوڑی سی amendment اس بیان میں یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ دین چھوڑ جاتے ہیں بلکہ اپنے شہواتِ ذات کی خاطر ایک مکمل اور بہتر دین میں ایسی تحریفات لے آتے ہیں، ایسے اسباب نکال لیتے ہیں کہ جسکی وجہ سے دین وہ دین ہی نہیں رہتا۔

"And all the list of the nations in India, China and other parts of globe demonstrate the principles that civilizations arise from religion and die with religion,"

یہ تمام اقوامِ عالم کے پروان چڑھنے کا اور انکے زوال پذیر ہونے کا ایک اندازِ زندگی ہے۔

Wil Durant کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ بڑا مشہور مفکر ہے، اچھا writer ہے، اس کی تحریر میں ادبیت ہے اور اس کا تاریخ کو لکھنے کا انداز منفرد ہے۔ اس نے بھی ایک judgement دی ہے:

"There is no significant example in history, before our time, of a society successfully maintaining moral life without the aid of religion."

کہ ہماری پوری تاریخ میں کسی ایسی قوم کی مثال نہیں ملتی کہ جس نے اپنا اخلاقی نظام مذہب کے بغیر

استوار کیا ہو یا کرنے کے قابل ہوا ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جن اقوام میں ترقی ہوئی، جن اقوام نے عزت پائی، جن اقوام نے زمانے پر حکمرانی کی انکا کوئی نہ کوئی مذہب ضرور تھا، کوئی نہ کوئی tradition ضرور تھی اور ان traditions سے وابستگی کی وجہ سے ان اقوام نے ایسا character build کیا جس کی وجہ سے وہ دنیا میں سربراہ ہوئے۔

In a study of the French Revolution, Jose Ortega noted that "Order is not pressure which is imposed on society from without, but an equilibrium which is set up from within."

اس نے یہ اصولی بات کی کہ نظم و ضبط خارجی ذرائع سے، بیرونی ذرائع سے، حکومتی ذرائع سے اقوام پر قائم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ وہ اعتدال ہے، یہ وہ balance ہے، یہ وہ منشورِ زندگی ہے جو قومیں اپنے اندر سے develop کرتی ہیں اور یہ اخلاقی شعور ہے جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے۔

بہت ساری قوموں کے زوال کا آپ کے سامنے میں ہلکا پھلکا جائزہ پیش کروں گا۔ یہ بڑی لمبی داستان ہے۔ میں یہاں کسی civilization کے اس قسم کے مطالعہ کیلئے نہیں آیا کہ جس میں آپکو اتنی بڑی detail دوں۔ میں نے تو اپنے موضوع کی طرف جانا ہے مگر

There are three important trends demonstrate moral decay. They are the "rise in immortality," the "decay of religious belief," and the "devaluing of human life."

یہ تین بڑی بنیادوں کی وجہ سے یہ روحانی زوال آتا ہے۔ جب اخلاقیات ختم ہو جائیں، جب بداخلاقی اور شہوانیت بڑھ جائے اور جب انسانوں کی قدر و قیمت گر جائے، جب مذہب سے اعتبار اٹھ جائے اور جب لوگ اخلاقی اقدار کے تنزل کا شکار ہو جائیں تو وہ قوم زوال پذیر ہوتی ہے۔

خواتین وحضرات! آخر میں مَیں Toynbe کے نظریہ کے چند الفاظ کا ذکر کرتا ہوں جو بڑا مشہور فلسفۂ تاریخ کا عالم ہے کہ

"Abandoning morality and self-control together replace creativity, and truancy and martyrdom together replace the discipleship by the creative minority."

کہ جب آپ اصول اور مذہب کو ترک کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ چھوٹی سی creative community آپ پر غالب آجائے جو آپکو زوال پذیر کردے اور جس کی وجہ سے آپ اقوامِ عزت میں سے نکل جائیں۔

خواتین وحضرات! ہمارے پاس بڑی لمبی لسٹ ہے civilizations کی...... Mesopotamia اور Egypt کی civilizations ہیں، بابل اور نینوا کی تہذیبیں ہیں۔ ان تمام تہذیبوں کی تباہی اور ان کے زوال کا باعث اندرونی اخلاقیات کی conditions تھیں۔ جب یہ کمزور ہوگئے تو بیرونی اقوام نے بڑی آسانی سے ان پر تسلط حاصل کرلیا۔

خواتین وحضرات! تاریخ میں ایک ایسی قوم بھی گزری ہے جو زندگی کی جدوجہد سے اتنا عاری ہو گئے......اور کسی وقت تاریخ عالم میں ان کا بڑا مقام تھا۔ ہم ان کو Carthagian (کارتھیجیا) تہذیب کہتے ہیں کہ جنھوں نے اپنی حفاظت کیلئے خود لڑنا بھڑنا چھوڑ دیا تھا اور کرائے کے سپاہی بھرتی کیے۔ "کارتھیجن" نے اپنی مملکت کے نظم ونسق کو چلانے کیلئے کرائے کے سپاہی بھرتی کیے۔ آپ کے لیے حیرت کا باعث ہوگا کہ اگر پاکستانی دنیا سے کرائے کے سپاہی لے آئیں اپنے ملک کی حفاظت کیلئے......تو ایک وقت ایسا گزرا کہ دنیا کی اس عظیم قوم نے اپنے ملک کی حفاظت کیلئے بیرونی ملکوں سے کرائے کے سپاہی بھرتی کیے ہوئے تھے جو انکی خاطر دفاعِ وطن کا مسلک سرانجام دیتے تھے۔ خواتین وحضرات! نتیجہ وہی ہوا کہ وہ خود عیش وعشرت میں تھے، آسانیوں میں تھے، شہوات دنیا میں تھے اور بدکاری کا یہ عالم تھا کہ بچے کو باپ نہیں نظر آتا تھا، نہ ملتا تھا اور ایسے عالم میں بڑی آسانی سے وہ Roman Empire کا شکار ہو گئے۔

There is no way of escape وادیٔ سندھ کی تہذیب، ہڑپا اور موہنجوداڑو کی تاریخ بالکل ویسی ہے کہ جب ان کی immortality اور بداخلاقی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا تو آج تک باقیات میں سے تو کوئی ایسا نہ رہا جو ہمیں بتاتا کہ آخر وہ قومیں بے نام ونشان کیوں ہو گئیں۔ شاید اس لئے پروردگارِ عالم فرماتے ہیں کہ:

" اَوَلَـم یَسِیرُوا فِی الاَرضِ فَیَنظُرُوا کَیفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم وَکَانُوا اَشَدَّ مِنھُم قُوَّۃً ط "(فاطر ۳۵: ۴۴)

(اور کیا تم نے زمین پر سفر کر کے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ اُن سے زور میں سخت تھے)

(کیا زمین پر گھوم پھر کے تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کتنی بستیاں اوندھی کردی ہیں، کتنے کنویں برباد پڑے ہیں اور کتنی زمینیں بے برگ وآب ہیں؟ کیا تم پھر بھی سبق نہیں لیتے؟)

شاید تاریخ الٰہیاتی الہام ہے سبق سیکھنے کیلئے...... But we are not ready to learn مجھے ایک واقعہ یاد آیا خواتین وحضرات......! Marlow نے خواہش کی کہ میں Battle of Troy کی ہیروئن کو دیکھوں۔ اسکی بڑی خواہش تھی کہ میں یونان کے سب سے بڑے بادشاہ Agmemnon (اگیمنان) کے بھائی Manelaas کی بیوی Hellen of Troy کو دیکھوں......Troy پر حملہ ہوا۔ ایک ہزار جہاز سمندر میں ڈالے گئے۔ طویل جنگ ہوئی اور Greeks نے وہ جنگ اس طرح جیتی کہ Elians وہ سرے سے نیست ونابود ہو گئے تو Marlow نے خواہش ظاہر کی کہ میں Hellen کو دیکھوں، جب اس نے Hellen کو دیکھا تو ایک جملہ کہا۔ Marlow کا بولا ہوا وہ جملہ ادبیاتِ عالیہ میں چلا گیا کہ جونہی اس کی نگاہ اسکے چہرے پر پڑی تو اس نے کہا:

"Is this the face?" (کیا یہ وہ چہرہ ہے؟)

"Is this the face that launched a thousands ship and burnt the topless towers of Elia."

یہ وہ چہرہ ہے؟ کیا خوبصورتی کیا افسانہ سنا تھا اور اسکی وجہ سے ایک مملکت برباد ہوگئی تو خواتین و حضرات! میں سوچ رہا تھا کہ سوا ایک برس کے بعد جب لوگ عراق سے گزریں گے تو کہیں گے:

کیا یہ وہ ویرانہ ہے؟
یہ وہ صحرا ہے؟
جس کے سیال
سونے کے دریا کیلئے
ایک سفاک سیاہ کار شہہِ مغرب نے
اپنی طاقت وحشمت کا جنوں خاک کیا
یہ وہ صحرا ہے......!

محبتوں کیلئے ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی خاتون ہی ہو۔محبتوں کے لئے تو زمین بھی ہو سکتی ہے، سونے کی ڈلی بھی ہو سکتی ہے۔اگر آپ تواردمیں جائیں اور یہ دیکھیں کہ قوموں کے جنوں کسی نہ کسی لالچ میں جب in built سے out built کو جاتے ہیں اور پھر اپنے نقصانات کو دیکھتے ہیں تو وہ قومیں بچتی نہیں ہیں۔شاید زوال کی اس سے بڑی کوئی نشانی نہیں ہوتی کہ جب ہم قوموں کو، بڑی قوموں کو، متکبر قوموں کو، زبردست قوموں کو کسی لالچ میں، کسی ہوس میں اپنے سے کمزور تر قوتوں کے دست وگریبان دیکھتے ہیں۔

خواتین وحضرات! ایک مؤرخ نے بڑی عجیب بات کہی: "سمجھ میں آتا کہ جو کل کی حالت تھی وہ آج کی حالت سے کتنی مشابہ ہے"۔یعنی کل کی جو حالت تھی کہ **کار تھیجیا** میں زرخیزی کی دیوی پر بچوں کو قربان کر دیا جاتا تھا تاکہ وہ بدلے میں زیادہ پیداوار دے اور آج وہی حالت اس سوسائٹی میں بھی ہے جو چالیس ملین بچوں کو abortions کے نتیجے میں اپنے آرام و آسائش کی بھینٹ چڑھا دیتی ہے۔کیا آپ نے کوئی فرق محسوس کیا کل کی society میں اور آج کی society میں؟ کل کا "بت" شاید ہبل اور لات اور عزیٰ ہو سکتے تھے۔آج کے "بت" جدیدیت، سہولت، ذاتی آزادی اور شخصی آرام کی دہلیز پر چار کروڑ بچے قربان کئے جاتے ہیں۔

خواتین وحضرات! بہت سے ایسے mentions موجود ہیں کہ جو Aegean society دو ہزار قبل مسیح میں گزری، Mediterranean culture کو دیکھیں! وہی انجام جس کو میں بار بار دہرانا نہیں چاہتا، وہی انداز زندگی، وہی عظمت، وہی بربادی کے نشان......China میں سولہ سو قبل مسیح میں بڑی تہذیبیں اٹھیں، سب اسی طرح برباد ہوئے، زمین نے انکو وہی انجام دیا، آسمان نے انکو وہی انجام دیا۔Central America میں، Indies میں بارہ سو قبل مسیح

میں جو تہذیب تھی وہ سولہ سو قبل مسیح میں Spanish کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔تمام نے وہی انجام پائے۔خواتین وحضرات! نہ Americans نے سبق سیکھا، نہ Chinese نے سیکھا، نہ ہم سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Mediterranean fall one thousand B.C. Aegeans, Phoenicians, Greeks, Romans تمام زوال پذیر ہوئے۔

اس میں تھوڑا سا ایک نقطہ آپ کو بیان کر دوں کہ Roman civilization کے زمانے میں تحفظِ نسواں کا ایک بل پاس ہوا۔جب وہ بل پاس ہوا تو اس وقت کے سب سے بڑے دانشور، سب سے بڑے مفکر، سب سے بڑے عالم، آج بھی جس کی باتیں مشہور ہیں، Cicero نے کہا کہ اے Roman Senators یہ بل جو تم پاس کر رہے ہو، یہ لاابالیت کا بل جو تم پاس کر رہے ہو، یہ جو بے جا آزادی تم عطا کر رہے ہو اسکا نتیجہ میں تمہیں سناتا ہوں کہ پچاس برسوں میں This great Roman empire will be split into pieces. حیرانی کی بات ہے خواتین وحضرات کہ اس کا vision اتنا مکمل تھا کہ پچاس برس سے پہلے ہی Roman Empire ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

اسلام سے پہلے کی جتنی بھی تواریخ ہم دیکھتے ہیں اس میں اگر کوئی پہلو اسلام کی فتح کا نظر آتا ہے تو وہ انکا مذہب، moral strength, proper committment اور وہ قوت تھی جس نے انہیں زندہ رکھا اور دوسری قوموں پر غلبہ دیا۔میرے پاس بڑی لمبی لسٹ ہے ان تہذیبوں کی......میں وہ یہاں آپکو سنانا نہیں چاہتا۔اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تمام مذاق جو قومیں اپنی زندگی کے ساتھ کرتی ہیں اور جو افراد اپنی زندگی کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، اس میں دیکھنا یہ ہے کہ خدا کا رویہ کیا ہے؟ خدا کون ہے؟ کیا extremist ہے؟ کیا کوئی depressent personality ہے؟ کیا اللہ کا وجود ایک ایسا وجود ہے کہ جس سے ایسے احکامات issue ہوتے ہیں جسمیں غور وفکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی؟ کیا اللہ ایک ایسا tyrant ہے جو اپنی مرضی سے اپنی سہولت کیلئے قانون دیتا ہے؟ مگر ایسا نہیں ہے۔ذرا کوشش کیجیے یہ دیکھنے کی کہ "اللہ" خود کون ہے؟ کون سا طرزِ عمل اسے مرغوب ہے؟ کیا وہ کائنات میں ایک maximum power کے تصور کو اجاگر کرنا چاہتا ہے؟ یا وہ کوئی اور طرزِ عمل اختیار کرتا ہے؟ اللہ فرماتا ہے: "ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ" (پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف پس اس کو

درست کردیا۔)

بلندیءِ آسمانوں کو ہم نے درست فرمایا۔"فَسَوّٰھُنَّ" کا ترجمہ ہے کہ details تک جا کر برابر کر دینا۔ ہم نے ان کو معتدل کر دیا۔ وہ جابرانہ قوتیں تھیں۔ بے پناہ آگ کی قوت تھی جلانے والی، چار گنا radiation تھی، پانی نہیں تھا زمین پر......ہم نے ان کو درست فرمایا تا کہ زندگیءِ انسان باقی رہے اور ہم نے اس کی پرورش رکھی۔ اللہ لفظ استعمال کرتا ہے: "فَسَوّٰھُنَّ" کہ یہی طریقہءِ کار ہے ہمارا......ہم خود بھی معتدل ہیں اور ہم نے زندگی کی گزران کے لئے جو اصول بنایا ہے وہ اصولِ اعتدال ہے۔

"رَفَعَ سَمْکَھَا فَسَوّٰھَا" (نازعات ۷۹:۲۸)

(بلند کیا اس کی چھت کو پھر اس کو برابر کیا۔)

جب ہم آسمانوں کو بلند کر رہے تھے تو وہ بڑی دبیز سی تہہ، وہ imbalance میں تھی۔ پھر ہم نے اس کو برابر کر دیا۔ ہم نے اس کو معتدل کر دیا۔ اسکی موٹائیاں ختم کر دیں۔ ہم نے اسکو balance میں رکھا۔ پھر جہاں جہاں بھی پروردگارِ عالم نے بے ترتیبی دیکھی اسے درست فرمایا۔ پھر فرمایا: "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا" ہم نے نفسِ انسان کو تخلیق کیا اسے برابر کر دیا۔ ہم نے اس میں دو صلاحیتیں برابر کر دیں۔ اسے دیوانہ اور پاگل اور مجنوں نہیں بنایا، اسے یکطرفہ کردار نہیں دیا کیونکہ ہم خود معتدل تھے۔ بڑی اچنبھے کی بات ہے۔ میرے ایک بڑے بزرگ دوست ڈاکٹر تھے۔ میں ایک دفعہ ان کے پاس ویسے ہی چلا گیا۔ وہ بہت جھنجھلائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ذرا معتدل ہو جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اعتدال تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ ہم کون سے معتدل ہیں...... بخدا!!! بڑی مناسب بات انہوں نے فرمائی کہ اعتدال تو صرف اللہ ہے۔ مکمل اعتدال کی اگر کوئی صورت آپ نے دیکھنی ہو اور دیکھنی ہو تو وہ صرف اللہ ہے۔ جہاں بھی آپ نسلِ انسان کو دیکھیں گے تو اس میں یہی پائیں گے کہ: "سَوّٰھَا" ہم نے انسان کو درست کر دیا، balance کر دیا "سَوّٰھَا" کا مطلب ہے کہ details میں جا کر، باریکیوں میں جا کر معتدل کرنا کہ کہیں بھی inflammation نہ رہے، irritation نہ رہے۔ یہ جو ہم میں چیزیں موجود ہیں یہ اللہ کی پیدا کردہ نہیں ہیں، یہ ہماری genetics ہیں، personal ہیں، acquired ہیں۔ اللہ نے وہی ایک اصول بخشا ہے انسان کیلئے...... "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا" ہم نے نفسِ انسان کو درست کر دیا۔ اگر اس میں چالیس یا پچاس فیصد صلاحیت خیر کی رکھی ہے تو

پچاس فیصد شر موجود ہے اور پھر ہم نے اسے choices دے دیئے: "فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا" (ہم نے فسق و فجور بھی balance کر دیئے۔) اور انتخاب ان میں اللہ نے انسان کو دے دیا کہ عقلِ موزوں دی، جسم موزوں دیا، مناسب قد و قامت تخلیق کئے: "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" (ہر طرف سے برابر کر دیا۔) یہی طریقہ ہے پروردگار کا......اس نے انسان کو اپنی image پر تخلیق کیا اور اس کو اعتدال بخش دیا۔

خواتین و حضرات! دیکھنا یہ ہے کہ "شرع" کیا ہے؟ اگر وہ معتدل ہے تو "شرع" کیا ہے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ شرع وہ قانون ہے جو اللہ نے اپنی مرضی سے، بغیر انسان کو consult کیے، بغیر مشورہ کیے، بغیر اس کی قوت و استعداد دیکھے، بغیر اس کے مظاہراتِ زندگی دیکھے، بغیر اسکی کمزوریاں دیکھے اس پر ٹھونس دیا اور اعتراض کرنے والا ہاتھ کاٹنے پر اعتراض کرتا ہے، اخلاقی جواز پر اعتراض کرتا ہے، شرع کی مختلف شقوں پر اعتراض کرتا ہے۔ خدا کی طرف سے تو کسی نے شرع کو نہیں دیکھا۔ خواتین و حضرات! میں آپ کے لیے شرع کو define کرتا ہوں۔ شرع وہ کم سے کم زادِراہ ہے جسے افعال و اعمال میں سمیٹ کر آپ زندگی کی منزلِ آخر تک سلامت پہنچتے ہیں اور آخرت کی منزلِ اوّل تک پہنچتے ہیں۔ شرع وہ کم سے کم زادِراہ ہے، وہ سب سے Light weight restrictions ہیں جس سے کم تر آپ کسی معاشرے کو دے نہیں سکتے۔ شرع وہ زادِراہ ہے، وہ اسباب ہیں، وہ اعمال ہیں، وہ تصورات ہیں جو خدا نے انسان کی آسانی کیلئے بنائے اور جن کو لیکر آپ اپنی زندگی اور معاشرے اور قوم کو منزلِ آخر تک سلامتی سے پہنچا سکتے ہیں۔

خواتین و حضرات! سوال یہ تھا کہ اللہ اچانک سب کچھ کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا۔ اس کا سارا طریق کار علم و فکر کا تھا، حکمت کا تھا، اسکے انداز suddenness کے نہیں تھے، تربیت کے تھے، اخلاقی تربیت کے تھے، ذہنی تربیت کے تھے۔ عرصہءِ دراز سے انسان زمین پر ہے، عرصہءِ دراز سے اس نے انسان پر تجربات کئے، انسان کی ہمتیں دیکھیں تو اس نے موزوں سمجھا کہ میں کم سے کم بوجھ انسان پر ڈالوں، اس نے کہا:

"طٰہٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی" (طٰہٰ ۲۰:۱،۲)

(اے محمد ﷺ! اے میرے سردار! اے میرے پیغمبر میں نے تم پر قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔) میں نے لوگوں کی آسانی کیلئے اُتارا ہے۔ اگر غور کرو گے، سوچو گے، سمجھو گے، تو آج شرع کو سب

سے زیادہ آسان طریقہء زندگی پاؤ گے۔ جو آپ کی چیز ہے اس میں خیر ہے۔ جن چیزوں کو آپ اپنی مرضی کے خلاف سمجھتے ہو وہ آپ کی زندگی کی تباہی و بربادی کا باعث ہیں اور اگر غور کرو گے تو آپ کو شرع میں تحفظ، سکون اور زندگی کا قائم رہنا اور اس کے چلنے کا سلیقہ نظر آئے گا۔

خواتین و حضرات! شرع کے بعد ہم نے یہ غور کرنا ہے کہ آخر یہ اتنا بڑا شور جو مچا ہوا ہے اسلام کے بارے میں ...... تو آخر شرع ہے کیا؟ وہ کس قسم کا قانون ہے؟ وہ کس قسم کا attitude اپنے بندوں سے چاہتا ہے؟ وہ کس قسم کی اخلاقیات چاہتا ہے اپنے بندوں سے......؟ اگر آپ دیکھو گے اور اس سارے conduct کا مطالعہ کرو گے تو میں یہ قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ آپ اپنے گریبان میں سر چھپا لو گے۔ ہم سے خدا کی اتنی خوبصورتی اور اتنی روشن خیالی قبول نہیں ہے۔ ہم اس پر عمل کرنے کی استطاعت و استقامت نہیں رکھتے۔ قرآن کو نہ پڑھنے والے آزاد ہیں۔ جنہوں نے قرآن نہیں پڑھا، نہیں دیکھا، نہیں سمجھا وہ تو آزاد ہیں۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ خدا انسان سے کیا چاہتا ہے مگر جن لوگوں کو قرآن پڑھنا ہے، سوچنا ہے، سمجھنا ہے ان کو پتہ ہے۔ ان پہلی آیات کو دیکھئے:

"اَلَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ وَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقنٰھُم یُنفِقُونَ" (البقرہ ۲:۳)

(وہ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

آپ نے غور کیا کہ اس آیت کے پس منظر میں خدا کیا کہتا ہے کہ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں ان کے دو خارجی اظہار ہیں: نماز قائم کرنا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنا۔ کبھی آپ نے سوچا یہ خرچنا کیوں؟ یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے کہ نماز وہی پڑھے گا کہ جسے غیاب میں کسی حضور اور شہنشاہ کا خیال ہوگا مگر یہ مال کا خرچنا غیب کا حصہ کیسے ہوگا؟

خواتین و حضرات! Human psychology says کہ ہم مال اس لیے نہیں خرچتے کہ ہمیں احساس ہے کہ اس کو replenish کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اسکو بڑھانے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر اس کو خرچ کر دیا تو ہمیں کہاں سے ملے گا؟ دیکھا آپ نے کہ کہاں، کس باریکی میں جا کر "بالغیب" قائم ہوتا ہے۔ اگر مجھے اللہ کا یقین نہیں ہے اور اگر مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ میرے مال کی کمی پوری کر دے گا تو میں مال نہیں خرچ سکتا۔ یہ ایمان بالغیب کا ایک حصہ ہے، خرچنا اور یہ یقین رکھنا کہ اللہ میری اس کمی بیشی کو دور کر دے گا:

"مَن ذَالَّذِی یُقرِضُ اللہَ قَرضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضعَافًا کَثِیرَۃً" (البقرہ ۲:۲۴۵)

"کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو وہ اس کیلئے کئی گنا بڑھا دے۔"

(جو اللہ کو قرض دیتا ہے تو یہ یاد رکھو کہ وہ اسے کئی گنا اضافہ کر کے لوٹا دیتا ہے۔)

خواتین و حضرات! جس شخص کو اللہ ہی کا یقین نہیں، جس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ مال کون دیتا ہے، جس کے ایمان بالغیب میں خدا کے پاس پیسے کی حاکیت ہی نہیں ہے وہ خرچے گا کیسے؟؟؟ یہ کتنا بڑا اصول ہے جو اس نے ایمانِ بالغیب کا حصہ بنا دیا کہ خرچنا، لوگوں پر خرچنا، کشادہ دست رہنا ایمانِ بالغیب کا حصہ ہے مگر کیسا خرچنا؟ اب یہ تو نہیں کہ آپ سارا مال واسباب ہی خرچ کر چھوڑیں۔ جہاں اس نے خرچنا کہا وہاں اس نے خرچنے کے اصول بھی بتائے۔ کون یہ conduct بتاتا ہے زمین و آسمان میں؟ کونسی society یہ روشن خیالی، یہ conduct دیتی ہے؟

"اَلَّذِینَ یُنفِقُونَ اَموَالَھُم فِی سَبِیلِ اللہِ ثُمَّ لَا یُتبِعُونَ مَا اَنفَقُوا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّھُم اَجرُھُم عِندَ رَبِّھِم" (البقرہ ۲:۲۶۲)

(وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کئے ہوئے پر نہ تکلیف دیں نہ احسان رکھیں تو انکا اجر انکے رب کے پاس ہے۔)

یعنی اگر کسی کو مال دو تو اسے ایذا نہ دو، صبح و شام اسکا ڈھنڈورا تو نہ دو۔ اسکو رسوائے خلق تو نہ کرو۔ ہمارے پرانے دوستوں کی گورنمنٹ کالج میں شرارت ہوتی تھی۔ پہلے جا کر کسی کو کوٹ قرض دیتے تھے کہ یار یہ پہن کر جانا، بڑے سمارٹ لگو گے پھر عین جب مجلس میں پہنچتے تو کہتا کہ یار میرا کوٹ اتار...... آپ اندازہ کریں کہ کس قسم کا اثر ہوتا ہوگا اس پر...... تو خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ جس پر احسان کرو، جس کو مال دو اسے ایذا نہ دو۔ اسے روز روز جتاؤ نہیں۔

Honestly tell me ladies and gentelmen! Do you know another conduct of priority or conduct?

کہ جس میں اس قسم کی نصیحت مال خرچنے کے بارے میں کی گئی ہو۔

یہ تو بڑا نادر سا اصول ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچو اور جس پر احسان کرو اس پر احسان جتاؤ نہیں، اسے یاد کرا کرا کے ایذا نہ دو۔ اسکو مت یہ احساس دو کہ میں نے کس بُرے آدمی سے مال قرض لے لیا۔ یہ وہ مسلمان ہے جس کے بارے میں یہ گمان ہے کہ بڑا بدتہذیب اور terrorist

ہے۔ خدا کہتا ہے، دیکھو! تمہیں بڑی بڑی چیزوں سے محبتیں ہیں، بڑی بڑی چیزوں سے تمہارا رسوخ ہے مگر تم مجھے نہیں پاسکتے جب تک self sacrifice پر آمادہ نہیں ہوتے، تم مجھے نہیں پا سکتے جب تک میرے لیے اپنی possessions نہیں خرچ کرتے۔ تم مجھے نہیں پاسکتے جب تک کہ وہ چیزیں نہ میری راہ میں دو جن سے تمہیں بڑی محبت ہے۔

" لَن تَنَا لُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" (ال عمران ۳:۹۲)

خواتین وحضرات! جسے اللہ کی خاطر چیزیں خرچنے کی عادت ہو جائے، محبتیں خرچنے کی عادت ہو جائے، possessions خرچنے کی عادت ہو جائے، جو ہر چیز سے بڑھ کر اللہ کو چاہے گا وہ کتنا بُرا ہو سکتا ہے؟ جو اپنے جان و مال کی خیرات پر آمادہ ہے، وہ کتنا بُرا ہو سکتا ہے؟ فرمایا:

" وَسَارِعُوا اِلٰی مَغفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُم وَجَنَّةٍ عَرضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالاَرضُ"

(ال عمران ۳:۱۳)

(اور اپنے رب کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے)

ذرا جلدی کرو، بہتری کو لپکو، خدا کے امن وسکون کو لپکو...... تمہیں معلوم ہی نہیں کہ ہم نے تمہارا اجر کیا رکھا ہے؟ چھوٹے چھوٹے تین مال (mall) نہیں بلکہ جنت کا عرض زمین وآسمان کی چوڑائیوں سے زیادہ ہے۔ اب دیکھئے کہ بحیثیت ایک قوم اللہ آپ سے کس قسم کا طرزِ عمل چاہتا ہے۔ کیا وہ چاہتا ہے کہ آپ قتل و غارت پر اترو۔ متاعِ حیات کو اتنا سستا کر دو کہ جبر واستبداد کی تاریخ بن جاؤ۔ وہ تو بحیثیت ایک قوم آپ سے ایک سلوک چاہتا ہے کہ

" كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ " (ال عمران ۳:۱۱۰)

(تم بہترین اُمت ہو)

ہم نے لوگوں میں تمہیں بہترین امت کی طرح بنایا ہے۔ ہم نے تمہیں بہترین لوگوں میں سے بنایا ہے۔ یہ بہترین لوگ بھلا کرتے کیا ہیں؟

" تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ "(ال عمران ۳:۱۱۰) ۔

(لوگوں کو) ''بری بات سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں''۔

یہ ہیں وہ مسلمان کہ لوگوں کو بری باتوں سے روکتے ہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ پہلے بھی تھے یہ لوگ ...... یہ نہیں کہ پہلے نہیں تھے۔ پہلے بھی خدا کی باتیں ماننے والے تھے۔ اب بھی ہیں...... مگر ان لوگوں میں کچھ صفات زیادہ بھی ہیں:

" اَلَّذِينَ يَذكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰی جُنُوبِهِم وَيَتَفَكَّرُونَ فِی خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ رَبَّنَا مَا خَلَقتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ " (ال عمران ۳:۱۹۱)

(جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔)

اللہ کے یہ بندے ہر وقت غور و فکر کرنے والے ہیں، یہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔

"These are scientists of Allah"

یہ بے علم اور جاہل قوم نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت خدا کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے مالک و کریم! تم نے کوئی چیز فضول نہیں بنائی، سب چیزیں ہماری توجہ کیلئے، ہمارے غور و فکر کیلئے بنائی ہیں اور ہم بحیثیت بندے ان کا حق پورا کریں گے۔ ''یہ اللہ ہے۔''

یہ تو ہمارے محلے کا آدمی نہیں جا کے بتا تا کسی کو جو اللہ اپنے بندوں کو بتا رہا ہے کہ اے لوگو! اگر تم مسلمان ہو تو امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کا moral conduct زمین پر مرتب نہیں ہو رہا، کوئی کورٹ اس قانون کو مرتب نہیں کر رہی، کوئی فلاسفر نہیں دے رہا بلکہ آج کے طرزِ حیات میں جو اصول ہیں وہ خدا خود مرتب کر رہا ہے اور فرماتا ہے کہ لوگوں کو امانتیں واپس لوٹا دو...... کیا دکھ کی بات ہے کہ آج کیسے کیسے لوگ امانتیں اجاڑ رہے ہیں۔ مولائے کریم فرماتے ہیں...... امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو انصاف کرو۔ اس میں چاہے تمہارے عزیز کیوں نہ ہوں، تمہارے بڑے بزرگ کیوں نہ ہوں، تمہارے کتنے قریبی محبت والے لوگ کیوں نہ ہوں۔ انصاف کرو تو ان پر توجہ نہ ڈالو بلکہ خدا کو توجہ میں رکھو چاہے تمہیں کتنے ہی قرابت دار منع کریں اور کتنے ہی طاقتور تمہیں ڈراوے دیں۔ پھر فرمایا: انصاف والو! اللہ تعالیٰ کیلئے انصاف پر قائم رہو۔ ملاحظہ فرمائیے کون ایسی instructions دے سکتا ہے؟ اور کس society میں دے سکتا ہے؟

Even the most just society cannot establish the virtuosity of this rule.

فرمایا:

" يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوا قَوّٰمِينَ بِالقِسطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَو عَلٰی اَنفُسِكُم اَوِ الوَالِدَينِ وَالاَقرَبِينَ اِن يَّكُن غَنِيًّا اَو فَقِيرًا "(النساء ۴:۱۳۵)

(اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دو اگرچہ خود تمہارے نفس، ماں باپ یا عزیزوں کے بھی خلاف ہو اگرچہ وہ غنی ہو یا فقیر)

خواتین وحضرات! مسلمان بننا آسان تو نہیں ہے۔ ہم لوگ تو معمولی سی بات پر کہتے ہیں۔ مجبوری تھی، برادری کا مسئلہ تھا، ابا حضور ناراض تھے اس لئے غلط گواہی دے دی۔ خدا یہ کہہ رہا ہے کہ جس کو انصاف قائم کرنا ہو وہ رشتوں سے بالا ہوتا ہے۔ جنگِ مہابھارت میں ارجنا نے جب اپنے اردگرد اپنے cousins کو آمادہ جنگ دیکھا اور جب یہ دیکھا کہ یہ سارے قتل کریں گے، یہ مجھے ماریں گے، میں انہیں ماروں گا تو جنگ سے اسکا دل اُٹھ گیا اور اس نے اپنے استاد سے کہا: ''کیا زمین وآسمان کی ملکیتیں اس قابل نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کریں'' تو اس کو جنگ پر مائل کرنے والے کرشن مہاراج نے کہا: ''ارجنا! کس کیلئے لڑ رہا ہے؟ ذرا analysis تو کر۔ کس کیلئے لڑتا ہے؟ کیا تو خدا کیلئے لڑ رہا ہے؟ بھگوان کیلئے لڑ رہا ہے؟ کیا تو نرائن کیلئے لڑ رہا ہے؟ تُو کس کیلئے لڑ رہا ہے؟'' تو ارجنا نے کہا: ''لڑتو میں سچائی کیلئے رہا ہوں''۔ تو ارجنا نے کہا: ''سن لو! سچائی کا کوئی رشتہ دار نہیں، سچائی کا کوئی باپ، کوئی ماں نہیں ہے''۔ اور دیکھئے کہ قرآن حکیم کس وضاحت سے آپ کو یہ قانون دے رہا ہے۔ اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کیلئے قائم رہو۔ اگرچہ خود تمہارے ماں باپ یا عزیزوں کے خلاف ہو، اگر کوئی مفلس یا مالدار ہو تو اللہ اُن کا مالک ہے۔ تم خواہش پر مت چلنا، پیسے لے کر گواہیاں نہ دینا۔ ایسی گواہیاں نہ دینا جو انصاف کو ممنوع کر دیں۔ انصاف کو چھوڑ کر اگر کوئی گڑبڑ کرو، کوئی جملہ بچا جاؤ، کوئی خطا چھپا جاؤ تو ایک بات یاد رکھنا:

"فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِیرًا" (النساء ۴:۱۳۵)

(بے شک اللہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو)

کہ اللہ تمہارے تمام کاموں سے آگاہ ہے۔ دنیا کو dodge دے لوگے مگر اللہ کو dodge نہیں دے سکتے۔ یہ conduct مسلمان کو دیا جاتا ہے۔ اخلاق کا، عزت کا، اصول کا...... مگر آگے دیکھئے! انصاف کے علاوہ بھی کچھ اور باتیں ہیں جس کیلئے اللہ آپ کو advise کر رہا ہے۔ اللہ کی نگاہ سے کوئی طبقہ بچا نہیں ہے۔ یہ دکانداروں کیلئے ہے:

" وَیٰقَومِ اَوفُوا المِکیَالَ وَالمِیزَانَ بِالقِسطِ وَلَا تَبخَسُوا النَّاسَ اَشیَآءَھُم وَلَا تَعثَوا فِی الاَرضِ مُفسِدِینَ " (ھود ۱۱:۸۵)

(اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف سے پورے کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور ملک

میں فساد نہ مچاتے پھرو۔)

یہ وہ conducts وہ rules ہیں جو اگر ہم اپنی زندگی میں apply کریں گے تو جس قسم کا مسلمان ان اصولوں کی تعمیر کے بعد ابھرے گا وہ ناقابلِ بیان character ہوگا۔ دیکھئے مختصری بات ہے:

" اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ وَ اِیتَآئِ ذِی القُربٰی وَیَنھٰی عَنِ الفَحشَآءِ وَالمُنکَرِ " (النحل ۱۶:۹۰)

'' بے شک اللہ حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور برائی سے''

(دیکھو! بیچ کی راہ چلو، عدل کی راہ چلو، احسان کرو، ناتے والوں کو دو، بے حیائی اور برے کاموں سے بچو۔)

اور اللہ کے بندے وہ ہیں (پتہ نہیں غیر معتدل ہی نہ ہوں) جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں۔ متکبرین کی طرح نہیں چلتے، بڑے بڑے دعوے نہیں کرتے، دنیا کے قانون کو خود نہیں بناتے پھرتے۔ اللہ کے بندے:

" یَمشُونَ عَلَی الاَرضِ ھَوناً وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الجٰھِلُونَ قَالُوا سَلٰماً " (فرقان ۲۵:۶۳)

(کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔)

عقلمند اتنے ہیں کہ کسی جاہل سے بحث نہیں لیتے۔ ''لارڈ رسل'' نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جب دو شخص گفتگو کرتے ہیں تو کوئی کسی کو نہیں سنتا۔ ہر آدمی جس کی آواز اونچی ہو وہ جیت جاتا ہے۔ جاہلوں کا طریق گفتگو ہی یہی ہے کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا اور جس کی آواز اونچی ہو وہ جیت جاتا ہے۔ خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ میرے بندے وہ ہیں، اللہ کے بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے تصادم لیتے ہیں تو سلام کر کے نکل جاتے ہیں۔

They don't want to waste their effort, time and life on such small issues.

کبھی کبھی باہر کی قوموں کے افراد ان اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ دو انگریز لارڈ ایک دوسرے کے ساتھ چل رہے تھے۔ دونوں بڑے معزز لارڈ تھے۔ آگے سے فٹ پاتھ پر ایک بڑا ٹیڑھا سا بندہ آ گیا تو اس ٹیڑھے بندے نے ان میں سے ایک لارڈ سے کہا کہ آگے سے ہٹ...... وہ لارڈ رستہ

چھوڑ کر نیچے اتر گیا تو دوسرے لارڈ نے کہا: "یہ کیا؟ تم نے اس بدتمیز کیلئے رستہ چھوڑ دیا۔ میں ہوتا تو کبھی نہ چھوڑتا"۔ تو اس نے کہا کہ میں تو ہمیشہ بدتمیزوں کے لیے رستہ چھوڑوں گا کیونکہ میں اپنی عزت خطرے میں نہیں ڈال سکتا اور اسے اتنی سستی نہیں کرنا چاہتا کہ کوئی بدتمیز اسے لوٹ لے جائے تو خواتین وحضرات! اس سے تو کہیں پہلے آپ سے اللہ نے کہا کہ جب کوئی جاہل ملے، کوئی اس قسم کا character ملے تو "قَالُوا سَلَامًا"۔

دکانداروں سے، بزنس مینوں سے، سیاستدانوں سے فرمایا:

"وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ" (الشعراء ۲۶:۱۸۲)
(اور تولو ساتھ ترازو سیدھی کے)

ڈنڈی مارنا خالی دکاندار کا کام نہیں ہے۔ یہ سیاستدان کا کام بھی ہے، فلاسفر کا کام بھی ہے، مفکر کا بھی ہے، مولوی کا بھی ہے، اللہ کی باتوں میں ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ وعدے کر کے مکر جاتے ہیں تو خداوند کریم نے فرمایا: تول سیدھا رکھو، ماپ پورا لو اور کم مت دو۔ جس کا کوئی حق ہے اسے پورا کرو۔

" اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ " (الشعراء ۲۶:۱۸۱)
(ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو۔)

ذرا دیکھئے! اللہ کس قسم کے کردار چاہتا ہے، مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، ایماندار مرد، ایماندار عورتیں، فرمانبردار مرد، فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد، سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد، صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد، اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، خیرات دینے والے مرد، خیرات دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد، روزہ رکھنے والی عورتیں۔

"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ"
(الاحزاب ۳۳:۳۵)

اب بتائیے اس سے زیادہ مہذب کوئی اور آپ کو کیا کہے گا؟ ان تمام صفات کے حامل یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اللہ سے عزت پائیں گے۔ خدا آپ کو یہ نصیحت فرما رہا ہے کہ غیر سے کہاں عزت ڈھونڈنے جاتے ہو۔ اگر تم میرے بندے ہو اور میرے مسلمان ہو تو جان لو:

" مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا " (فاطر ۳۵:۱۰)
(جو کوئی عزت چاہتا ہے پس عزت تو تمام اللہ کیلئے ہے۔)

میں ہی تمہیں عزت بخشنے والا ہوں، میں ہی تمہیں تا قیامت عزت بخشنے والا ہوں، میں ہی تمہیں اقبال بخشنے والا ہوں، فرمایا: جو تم پر بڑھے نہیں، جنہوں نے تم پر حملہ نہیں کیا یا تمہیں گھروں سے نہیں نکالا، ان سے بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے کا تمہیں اللہ حکم دیتا ہے کیونکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (الشمس ۹۱:۹) (بے شک مراد کو پہنچا جس نے ستھرا اسے کیا)

سائل کو مت جھڑک! انصاف کی حد سے مت گزر! یہ چھوٹی چھوٹی وہ باتیں میں آپ کو بتا رہا ہوں جو اس وقت مسلمان کے conduct پر لازم ہوتی ہیں۔ ذرا دیکھئے! بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ سارے conduct of manners ہم سکھاتے ہیں مگر اللہ تو آپ کی نشست کے آداب تک پہنچتا ہے۔ آپکو بیٹھنے کے طریقے بھی بتا رہا ہے: "اے ایمان والو! تم سے کہا جائے بیٹھنے کیلئے تو سمٹ جایا کرو، لوگوں کو جگہ دیا کرو، اللہ تمہیں بہشت میں جگہ دے گا"۔ اس conduct، اس mannerism، اس behaviour کیلئے خدا کتنی بڑی آپکو offer دے رہا ہے کہ "اے لوگو پھیل کر مت بیٹھا کرو بلکہ جب تمہیں لوگ جگہ کیلئے کہیں تو تم اپنی جگہ پر سمٹ جایا کرو۔ جب تم سے کہا جائے کہ جگہ سے اٹھ جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو اور جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انکو علم ملا ہے، اللہ انکے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

اب وہ خوش خبریاں ہیں جو اللہ خطا کاروں کیلئے دیتا ہے، گناہگاروں کیلئے دیتا ہے، خطاؤں پر دیتا ہے۔

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ " (زمر ۳۹:۵۳)
(اے میرے بندو! اگر تم نے زیادتی کی، اسراف کیا، غلطیاں کیں، اپنی قوتوں کو بے جا خرچا تو گھبراؤ نہیں میری رحمت سے مایوس نہ ہونا میں تمہارے تمام گناہ بخشوں گا کیونکہ میں غفور الرحیم ہوں۔)

خاص طور پر خواتین کیلئے اللہ کی یہ نصیحت ہے کہ:

"يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا

يَغتَب " (حجرات ۴۹: ۱۲)
''اے ایمان والو بہت زیادہ گمان سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ عیب تلاش کرو اور نہ غیبت کرو''
(بہت گمان کرنے سے بچو، بدگمانی نہ کیا کرو، غلط گمان نہ رکھا کرو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔)
غور سے سنیئے ! بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تو خدا یہ نصیحت دے رہا ہے، آپ کے باطن کے خیالات کو advice دے رہا ہے کہ بہت گمان اور بدگمانی نہ کرنا، بہت ساری بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں اور جستجو بھی نہ کرنا، لوگوں کے گھروں میں جھانک جھانک کر مت دیکھو، سکینڈلز مت بناؤ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ روشن خیالوں کے ملک میں سکینڈلز نہ ہوں تو زندگی مزیدار نہیں لگتی...... اللہ advice کر رہا ہے کہ سکینڈلز کی تلاش نہ کرو اور کیا تم کو بھلا لگتا ہے کہ تم مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ اگر نہیں بھلا لگتا تو غیبت نہ کرو، بڑی مختصری آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآنِ حکیم میں تین بڑے Principles of conduct دیئے ہیں کہ بدگمانی سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو۔ لوگوں کی جاسوسیاں مت کرو، لوگوں کو اپنے حال پر رہنے دو اور اپنے مردہ بھائی کا گوشت نہ کھاؤ کہ یہ غیبت ہے اور غیبت نہ کرو۔
"يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُو الَا تُبطِلُوا صَدَقٰتِكُم بِالمَنِّ وَالاَ ذٰى كَالَّذِى يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ" (البقرہ ۲: ۲۶۴)
''اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو۔ احسان رکھ کر اور ایذا دے کر (اپنی خیرات اور اپنی نیکیاں ضائع مت کرو، اور) اس شخص کی طرح (مت ہو جاؤ) جو لوگوں کو دکھانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے۔''
اس میں جو بات آپ کو سمجھنی ہے وہ یہ کہ ایک طرف اللہ کہتا ہے کہ:
" اَلَّذِينَ يُنفِقُونَ اَموَ الَهُم بِالَّيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً " (البقرہ ۲: ۲۷۴)
''وہ لوگ جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں دن اور رات، چھپے اور ظاہر''
(تم چھپا کے خرچو یا بتا کے خرچو مجھے قبول ہے۔)
دوسری طرف آپ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! لوگوں کو دکھانے کی نیت سے جو خرچ کرتا ہے وہ گناہگار ہے۔ اسے اللہ پر یقین نہیں۔ یہ اعتدال نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیت اللہ کیلئے خرچنے کی ہو چاہے اس میں اپنا تھوڑا سا تفاخر آ جائے مگر اگر نیت اللہ کیلئے خرچنے کی سرے سے ہے ہی

نہیں، اگر صرف ذاتی نمود کی خاطر، ذاتی نمائش کی خاطر آپ خرچ رہے ہو تو پھر یہ آیت آپ پر لاگو ہوگی مگر اگر نیت اللہ کیلئے خرچنے کی ہے تو تھوڑا سا ''شو، شا'' بھی گوارا ہو جائے گا۔
" لَا تَاكُلُوا الرِّبٰوا "
(اے لوگو!) سُود نہ کھاؤ، (یہ بُرا ہے، ظلم ہے۔)
اب آپ دیکھو کہ اگر آپ اللہ کی بات پر عمل کرو گے تو روشن خیالی تو یہیں ختم ہو جائے گی کیونکہ ساری کی ساری روشن خیالی سُود پر چل رہی ہے مگر اللہ کے نظام کو بروئے کار لانے کیلئے آپ کو اللہ کا دوسرا اصول بھی اپنانا پڑے گا:
" يَمحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُربِى الصَّدَقٰتِ" (البقرہ ۲: ۲۷۶)
(اللہ سُود گھٹاتا ہے اور صدقات بڑھاتا ہے)
اگر آپ کو سُود گھٹانا ہے تو صدقات بڑھانے پڑیں گے۔ جس ملک میں صدقات کا نظام نہیں ہے وہاں کسی قیمت پر بھی سُود ختم نہیں ہو سکتا۔ تو اے حضرات والا! آج کل ہم ایسے نظام کی شکل بن گئے ہیں جو تمام تر سُود پر ہے اور حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''ایک وقت آئے گا کہ سُود نہیں تو سُود کا دھواں ہر شخص کو پہنچے گا''۔
اگلی بات سنیئے جو معتدل انسانوں کو بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بُری بات کو پکار کر کہنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم ہوا ہو، کہ سوائے مظلوم کے کسی کو جائز نہیں ہے کہ اونچا، بُرا لہجہ اختیار کرے:
" لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الجَهرَ بِالسُّوءِ مِنَ القَولِ اِلَّا مَن ظُلِمَ " (النساء ۴: ۱۴۸)
(اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر جس پر ظلم کیا گیا۔)
کہ بغیر مظلوم کے کسی کو اونچی آواز، پکار کی آواز، دشنام طرازی نہیں کرنی چاہیے۔ آج کے دور کے بارے میں سینئے کہ مسلمان اس آیت پر عمل کر کے کتنا دہشت گرد ہو سکتا ہے؟ کتنا دہشت پسند ہو سکتا ہے؟
"وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الاَرضِ لِيُفسِدَ فِيهَا وَيُهلِكَ الحَرثَ وَالنَّسلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الفَسَادَ" (البقرہ: ۲۰۵)
(جب اس کو طاقت ملتی ہے یا حکومت ملتی ہے تو یہ زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتا ہے اور کھیتیاں اور جانیں برباد کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔) مسلمان کو خدا یہ advice کر رہا ہے کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اب اس کے ہوتے ہوئے کون مسلمان ہے جو فساد کرنا پسند کرے،

یا جرم کرنا پسند کرے۔ تاریخ جائزہ تو لے گی نا کہ کون ہے جس کو حکومت ملتی ہے اور وہ خدا کی زمین پر فساد مچانے کی کوشش کرتا ہے۔ کون ہے جو لوگوں کے گھر مسمار کرتا ہے اور برباد کرتا ہے۔ آگ اور خون میں انسانوں کو نہلا دیتا ہے یہ تو تاریخ فیصلہ کرے گی۔ کسی قیمت پر بھی مسلمان کو یہ الزام نہ دیا جائے گا، نہ وہ یہ کرنے کے قابل ہے۔ ہاں کچھ باتیں اللہ کی روشن خیالی میں نہیں آتیں:

" یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اِنَّمَا الخَمرُ وَالمَیسِرُ وَالاَنصَابُ وَالاَزلَامُ رِجسٌ مِّن عَمَلِ الشَّیطٰنِ " (المائدہ ۵ : ۹۰)

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں۔)

خواتین و حضرات! بڑا مسئلہ ہمارے سامنے یہ درپیش ہے کہ لوگ بحث کر رہے ہیں کہ شراب حرام ہے یا حلال؟...... قرآن میں لکھا ہوا ہے یا نہیں لکھا ہوا......؟ میں آپ کیلئے دو آیات پڑھتا ہوں، مجھے یہ بتایئے گا کہ جن چیزوں کے بارے میں اللہ بڑی وضاحت سے کہہ دے کہ یہ عملِ شیطان ہیں، ان کے حلال ہونے میں کیا فائدہ نظر آتا ہے۔ حرام تو ہلکی سی چیز ہے اور بہت سارے حرام جان کے خوف میں حلال ہو جاتے ہیں:

" اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیکُمُ المَیتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحمَ الخِنزِیرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیرِ اللہِ فَمَنِ اضطُرَّ " (البقرہ ۲ : ۱۷۳)

یعنی اگر تمہاری جان اضطراب میں چلی جائے تو وہ جو چار مستند حرام ہیں...... غیر اللہ کا ذبیحہ، جما ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور مردار...... یہ تم کو اگرچہ حلال نہیں مگر جائز ہو جائیں گے۔

یہاں خواتین و حضرات! ان چاروں چیزوں پر عملِ شیطان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اگر آپ لوگوں کی حماقتوں پر غور کریں...... مردار جو ہے، مردار ہے، شیطان کو اس سے کیا واسطہ...... جما ہوا خون شیطان تو نہیں ہے اور سوائے ایک بات کے کہ غیر اللہ کا نام تم پڑھتے ہو، یہ آپ کی حماقت ہے یا شیطان کی سکھائی ہوئی بات ہے مگر directly تو ان میں کوئی عملِ شیطان نہیں ہے۔ اگر یہ حرام چیزیں ہیں، اگر indirect شیطانی کام حرام ہیں تو جو شخص خدا تعالیٰ کے خلاف شیطانی کام کر رہا ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

" اِنَّمَا الخَمرُ وَالمَیسِرُ وَالاَنصَابُ وَالاَزلَامُ رِجسٌ مِّن عَمَلِ الشَّیطٰنِ "

یہ پلیدی ہے، یہ شیطان کے اعمال ہیں۔ یہ بات تو پوچھو کہ بھئی! آپ سوال الٹا کیوں کرتے ہو؟ حرام، حلال کیوں کہتے ہو؟ سیدھا سوال کرو نا، کہ یہ عملِ شیطان ہے، یا عملِ رحمان ہے اور اگر

شراب پینا عملِ شیطان ہے تو موصوف آپ عمل کرو گے کہ نہیں کرو گے؟ بجائے اس طرف سے سوال کرنے کے کہ کیا چیز حلال ہے، کیا حرام ہے...... آپ straight away سوال کرو ...... ڈاکٹر صاحب سے پوچھو کہ بھائی! شراب پینا قرآن کے مطابق عملِ رحمان ہے یا عملِ شیطان ہے؟ اگر شیطان نہ ہو تو "سو بسم اللہ"...... شوق فرمایئے۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے...... مگر یہ تسلیم کر لو کہ یہ قرآن کے نزدیک عملِ شیطان ہے۔ جب لوگ قرآن سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو اس قسم کی حجتیں بہت پیدا ہوتی ہیں۔ یہودی بھی کرتے رہے، عیسائیوں نے بھی کیں،

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

"اِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیطٰنُ " (بے شک شیطان یہی چاہتا ہے۔) کیا چاہتا ہے؟ اس ایک آیت سے دوسری آیت منسلک ہے۔ ایک طرف شیطان کی وضاحت کی کہ no problem کوئی confusion نہیں۔ شراب، جوا، انصاب...... یہ عملِ شیطان ہیں، ان سے بچو، دوسری طرف شور پڑتا ہے کہ شراب کیلئے حرام کا لفظ نہیں آیا۔ کل کوئی اور مفکر یورپ سے آئے گا اور کہے گا، یار پریشانی کیا ہے؟ اس سے تو تخلیقی صلاحیتیں بڑھتی ہیں۔ اسی طرح کے دلائل موجودہ تمام ذہین لوگ دیتے ہیں مگر آج تک مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا، مدتیں گزر گئیں شراب والوں کے ساتھ...... ہر آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا، ہر آدمی جو شراب پیئے کہتا ہے: نہیں تمہیں اوروں کو ہوتا ہے، مجھے نہیں ہوتا اور ان کی حرکات و سکنات دیکھ کے خیال آتا ہے کہ یہ نشے میں ہی بات کرتے ہیں۔

"اِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیطٰنُ اَن یُّوقِعَ بَینَکُمُ العَدَاوَۃَ وَالبَغضَآءَ فِی الخَمرِ وَالمَیسِرِ وَیَصُدَّکُم عَن ذِکرِ اللہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَل اَنتُم مُّنتَھُونَ " (المائدہ ۵ : ۹۱)

(شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور دشمنی پیدا کر دے شراب اور جوئے سے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم باز آئے؟)

شراب کا فائدہ ہے تو نقصان بھی ہے۔

اللہ کی تو یہ تخلیقات ہیں۔ حلال ہو، حرام ہو۔ جائز، ناجائز ہوں۔ شیطان ہو یا مَلَک ہو، اسکی تو تخلیقات ہیں۔ وہ تو یہ کہتا ہے: کہ اگر ان کی روشن خیالی پر چلو تو تمہاری مرضی...... مگر اگر تم میرے بندے ہو، مسلمان ہو، مسلمان رہنا چاہتے ہو تو شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے

سے تم میں آپس میں دشمنی اور کینہ پیدا کر دے اور تم کو خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے۔ اب تم باز آتے ہو کہ نہیں؟: "فَهَلْ اَنتُم مُّنتَهُوْن" (تم باز آتے ہو کہ نہیں؟) "فلاں" صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، میں نہیں باز آتا۔ یہ جملہ بڑا خوبصورت ہے جو اللہ نے آخر میں لکھا کہ میں نے تمہیں سمجھا دیا کہ یہ عملِ شیطان ہے لیکن حرام سے بدتر ہے۔ اس میں کوئی بھی گنجائش نہیں ہے۔ تم حرام حلال میں پڑے ہوئے ہو۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ عملِ شیطان ہے اور یہ تمہیں لڑانے کیلئے ہے، تمہاری زندگیاں برباد کرنے کیلئے ہے، تمہارے رشتے ناطے اجاڑنے کیلئے ہے۔ تمہاری دوستیاں اور محبتیں ختم کرتا ہے۔ یہ "اُمّ الخبائث" تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کرنے والی ہے۔ تم نشے میں نماز نہیں پڑھ سکتے کیونکہ پہلے بھی جب میں نے منع نہیں کی تھی تو اصحابِ رسول ﷺ نشے میں جاتے تھے تو وہاں پر لات وعزیٰ پکارتے تھے کیونکہ انسانی psychology اتنی جلدی تو نہیں بدلتی۔ ہزاروں صدیوں پرانا فعل تھا جو پہلے سے متعارف تھا۔ اسلام تو تازہ تازہ revolution تھی تو جب کوئی نشے میں جاتا، جب تک ممنوع نہیں ہوئی تھی تو شراب پینے کے بعد اللہ کا نام لینے کے بجائے عزیٰ ومنات کا نام لے لیتا تو پھر اللہ نے کہا: یار اس طرح نہ کرو......

"لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنتُم سُکَارٰی" (النساء ۴: ۴۳)

(نشے میں نماز کیلئے نہ جایا کرو۔)

تمہیں پتہ ہی نہیں ہے، تمہیں ہوش ہی نہیں ہے کہ تم کیوں یہ کام کر رہے ہو اس لیے نماز پڑھ کر اللہ کو راضی کرنے کے بجائے، یہ کیا کہ الٹا اس کو اور ناراض کر دو اور اس کے غضب کو بھڑکا دو تو فرمایا کہ اب بھی باز آتے ہو کہ نہیں، میں نے تمہیں سمجھا دیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لہجہ اللہ بہت کم استعمال کرتا ہے:

"فَهَلْ اَنتُم مُّنتَهُوْن"

(تو کیا تم باز آئے؟)

نادان سے، معصوم سے بچے کو فہمائش...... کان سے پکڑ کر...... جس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ حرام اور حلال کیا ہے؟ جس کو پتہ نہیں کہ شراب کے خصائص کیا ہیں اور برائیاں کیا ہیں؟ تو اس نے کہا، یار تم اب بھی باز نہیں آتے۔ میں نے تم پر واضح تو کر دیا کہ شیطان کے اعمال سے بچو۔ جب تمہیں واضح کر دیا کہ یہ جنگ وفساد اور فتنہ اور شر کا باعث ہے۔ اب بھی تم بچتے ہو کہ نہیں تو ایسے لوگ کہیں گے کہ Sorry God, Sorry sir ہم نے تو پی لی ہے۔

یہ عجیب سا خدا ہے۔ قربان جایئے اللہ کی ذاتِ مبارک پر کہ انسانی conduct کو اتنی باریکی سے treat کرتا ہے کہ چلو چلنے دو اس مخلوق کو جیسے چلتی ہے۔ ہاں اگر کچھ سخت کڑے ضابطے لگا دیتا، اسی وقت فوراً انصاف کرا دیتا تو کروڑوں مر جاتے، ایک آدھ باقی بچتا۔ پھر اللہ فرماتا ہے:

"وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا"

(اور زمین پر اکڑ کر مت چل۔)

اور ادھار کی زندگی میں کیا اکڑتے ہو۔ پہلا اور آخری سانس ادھار، ماں باپ اس نے ادھار کے دیئے، ماحول ادھار کا دیا، زندگی ادھار کی دی، کس چیز پر ناز وغرور ہے؟ اے شیطان وفرعون وہامان!! کس چیز پر ناز ہے؟ ایک ضمنی سا واقعہ سناتا ہوں:

جب عزرائیل سے اللہ نے پوچھا کہ تجھے افسوس نہیں ہوا۔ تیرا دل تو بڑا سخت ہے، پتھروں کا پتھر، اتنی ساری جانوں کو نکالتا ہے۔ اے عزرائیل! کبھی تیرا بھی دل نرم پڑا؟ کہا: "اے حضرت والا! ایک دفعہ پڑا تھا۔ میں نے دیکھا، ایک جہاز ٹوٹا، ایک معصوم سا بچہ اور اس کی ماں بچی اور ایک لکڑی کا تختہ تھا۔ پھر وہ معصوم بچے کو لے کر اس تختے سے لپٹ گئی مگر وہ تختہ دونوں کا بوجھ نہیں سہارتا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ ماں نے اس تختے کو چھوڑ دیا تو میرے دل میں ملال آیا اور کہا کہ کاش اللہ، میرا پروردگار اس معصوم کو جس کی خاطر اس کی ماں نے اتنی بڑی قربانی دی ہے، اس کو زندگی عطا کرے"۔ کہا کہ عزرائیل تجھے کبھی کسی موت پر خوشی بھی ہوئی، کہا: "ہاں! اے صاحبِ اکرام وعزّ وجل!! آپ نے حکم دیا تھا کہ میں نے شدّاد کی جان نکالنی ہے اور میں نے اسے اس کی جنت میں غرور کرتے ہوئے دیکھا اور وہ گھمنڈ کی باتیں کر رہا تھا۔ اپنی خدائی کا دعوے دار تھا اور پھر اس نے بہت آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور پھر تو نے مجھے حکم دیا اور مجھے اس متکبر کی جان نکال کے بڑی خوشی ہوئی"۔ کہا: "عزرائیل! یہ وہی بچہ تھا جس کو معصوم جان کر تو نے کتنا ترس کھایا تھا"۔

خواتین وحضرات! transition میں فیصلے نہیں دیا کرتے۔ "گزران"...... گزرتے ہوئے وقتوں میں کسی پر رائے نہیں pass کیا کرتے۔ کسی کے انجام سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی کس طرح جائل ہے، کوئی مسکین کب مغرور ہوتا ہے اور کوئی مغرور کب زمین پر گرتا ہے، آپ کو کیا پتہ...... تو بدگمانی سے بچنا۔

"وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا"

(بنی اسرائیل ۱۷:۳۷)

(زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل کیونکہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ تو پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔)

ابھی تک تو رستم و سہراب کے بڑے قصے سنے ہیں تو جب کسی کو بہت زیادہ طاقت کا مبالغہ کرنا ہو تو کہتا ہے: "اس نے زمین پر پاؤں مارا اور زمین سے دھواں اٹھا"۔ یہ کسی نے نہیں کہا کہ "گڑھا پڑا"۔ نرم زمین، خشک اور سخت زمین میں کسی پہلوان کے پاؤں سے گڑھے نہیں پڑے۔ کسی مغرور کے پاؤں سے زمین کے دامن پر کوئی غدر رواقع نہیں ہوتا۔

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
تختِ زمین پہ سینکڑوں آئے چلے گئے

اور دیکھو اے بندگانِ خدا اتنی decency کے manners پورے نہیں ہونگے جب تک ایک بڑی بات نہیں ہوگی:

"وَمَن اَعرَضَ عَن ذِکرِی فَاِنَّ لَہٗ مَعِیشَۃً ضَنکًا وَنَحشُرُہٗ یَومَ القِیَامَۃِ اَعمٰی"

(طٰہٰ ۲۰:۱۲۴)

(میری یاد سے جو منہ موڑے گا، اسکی معیشت تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔)

میری یاد سے منہ نہ موڑنا، مجھے یاد رکھنا، میں تمہارے دھیان میں رہوں، میں اصل قوت ہوں، Metrics of life پر مت جانا، ان Computerized versions پر نہ جانا، زمینی حقائق پر نہ جانا، اسکے پس منظر میں آسمانی حقیقت تم سے کبھی اوجھل نہیں ہونی چاہیے۔ (یہ زمینی حقائق میرے اور آپ کے لیے ہیں۔ ہمیں اپنی perfections maintain کرنے کیلئے ہیں۔ اس کا خدا سے، آسمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ حقیقت اٹل ہے، تمام وجودِ زمین ایک مفروضہ ہو سکتا ہے مگر تخلیق کرنے والے کے ذہن میں یہ مفروضہ ہو سکتا ہے۔) وہ پچھلی حیات تو وجودِ حقیقت میں صرف ایک ہے اور وہ میں (اللہ) ہوں۔ میری یاد سے منہ نہ موڑنا۔ میری یاد سے غفلت نہ برتنا۔ یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ زمین تمہارے انجام کا باعث ہے۔ تم نے زمین سے بہت آگے جانا ہے۔

خواتین و حضرات! ابھی حدود کے کچھ کیس پیش ہوئے، مجھے اس عالم کا پتہ تو نہیں مگر میں نے سنا کہ T.V. پر کسی so called عالم نے یہ کہا کہ ایک بدکار، جھوٹے، بدمعاش کی

گواہی بھی جائز ہے۔ مگر قرآن کی بات سنیئے:

"وَالَّذِینَ یَرمُونَ المُحصَنٰتِ ثُمَّ لَم یَاتُوا بِاَربَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجلِدُوھُم ثَمٰنِینَ جَلدَۃً وَّلَا تَقبَلُوا لَھُم شَھَادَۃً اَبَدًا وَاُولٰئِکَ ھُمُ الفٰسِقُونَ" (النور ۲۴:۴)

(اور جو لوگ کہ تہمت لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں پر پھر نہیں لاتے چار گواہ تو مارو ان کو اسی کوڑے اور مت قبول کرو ان کی گواہی کبھی اور یہی فاسق ہیں۔)

خواتینِ محترمات! سوچیے گا کہ اس سے بڑا تحفظ کون سا قانون دے سکتا ہے کہ جس نے بھی مسلمان، آزاد، پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی، پھر چار گواہ نہ لا سکے (کوئی بھی نہیں لا سکتا) تو اس تہمت کی سزا میں اس شخص کو اَسی کوڑے لگاؤ، پھر ساری عمر اسکی گواہی مت مانو۔ خواتین و حضرات! یہ کون لوگ ہیں جو فاسق و فاجر کی گواہی لیں گے؟ قرآن تو کہہ رہا ہے کہ ساری زندگی اس کی گواہی نہ لینا جس نے ایک مسلمان عورت پر تہمت لگائی وہ اتنا بُرا ہے اللہ کی نظر میں کہ ہدایت فرمائی کہ پھر ساری زندگی اس کی گواہی نہ لینا۔ یہ کہاں سے گنجائش نکل آئی کہ ہر جھوٹا، بدکار اور منافق گواہ ہو سکتا ہے۔ اس بات پر آپ کو غور کرنا ہوگا۔

Manners تو دیکھیں! اعتماد کی بات ہے کہ جب آپ کسی کے گھر کے دروازے میں داخل ہوں تو مسلسل کھٹا کھٹ شروع ہو جاتی ہے اور اگلا، بیچارہ مجبور ہے یا مسکین ہے، جو بھی ہے مگر آپ کا دعویٰ ہے کہ زندہ ہے یا مردہ، اسے نکال کر ہی چھوڑیں گے۔ ایسے عالم میں نہ وہ غریب آپ کو کچھ کہہ سکتا ہے نہ آپ کے دعوے کو رد کر سکتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ بہت سارے لوگ تو مسلسل جھوٹ بولتے ہونگے کہ ہم ہیں یا ہم نہیں ہیں مگر خدا کے حکم کی اس conduct پر بھی آپ کو شہادت ملے گی کہ "اپنے گھروں کے سوا پرائے گھروں میں مت گھسو۔ اپنے گھروں کے سوا پرائے گھروں میں مت جاؤ جب تک ان گھر والوں سے اجازت نہ لو اور باہر رہ کر سلام و دعا نہ کر لو" ایک دم سے اندر نہیں گھس جانا ہے۔ One must learn manners.

حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی ماں کے گھر جایا کرتے تھے تو پہلے دستک دے کر ان سے اجازت طلب کرتے پھر اندر داخل ہوتے تھے۔ اللہ آپ کو بڑی سختی سے اس mannerism کی تاکید کر رہا ہے۔ آپ کو بھی، اپنی اولاد کو، بچوں کو، خود کو بھی یہ manners سیکھنے چاہئیں اور یہی اعتدال کے manners ہیں۔ یہ بدتمیزی سے گریز دیتے ہیں کہ جب آپ کسی کے گھر جائیں تو کم از کم یہ لحاظ کریں کہ اس سے اجازت لیں اور اگر اجازت نہ ملے تو

زبردستی نہ گھس کے بیٹھ جائیں۔ یہ آپ کو اللہ کا حکم ہے۔

"وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ" (الشعراء ۲۶:۱۵۱)

(اور حد سے نکل جانے والوں کا حکم نہ مانو)

ان تمام حدود کے بارے میں خداوندِ کریم آپ کو حکم فرما رہے ہیں مگر ہم کو بحیثیت مسلمان اسی اللہ کا حکم ماننا ہے، ہاں اگر اللہ کوئی بات غلط کہتا ہے تو کوئی دانشور بتا دے، ہم اس کے بڑے مشکور ہونگے۔ خدا کہتا ہے کہ برائی کا بدلہ، خطا کا بدلہ، کسی ناقص کام کا بدلہ لیتا ہے تو اتنا ہی جتنا تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ اگر کسی نے تھپڑ مارا ہے تو صرف ایک تھپڑ ہی اسکا بدلہ ہے اور اس پر بھی اگر کوئی معاف کر دے اور یہ چاہے اور یہ کہے کہ اسکا ثواب اللہ کے ذمہ ہے تو اگر برابر کا بدلہ دو اور لو تو ٹھیک ہے، جائز ہے، یہ تمہارا حق ہے مگر اگر معاف کر دو تو کیا بڑی بات ہے، اسکا ثواب تو اللہ کے ذمے ہے، پھر خدا آپ کو اسکا اجر دینے والا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

"وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ"

(الشوریٰ ۴۲:۴۰)

(اور بدلہ برائی کا برائی ہے مانند اس کی پس جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اجر اسکا اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ نہیں پسند کرتا ظالموں کو)

اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان ظالم نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ بے اعتدال کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان بے اعتدال نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ بخل کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان بخیل نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ فضول قتل کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تو پھر مسلمان قتل نہیں کرتا۔

"وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُم"

(اللہ کی راہ میں قتل کرو ان کو جو تمہیں قتل کرتے ہیں) مگر "وَلَا تَعْتَدُوا" (زیادتی نہ کرنا) "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" (البقرہ ۲:۱۹۰) (اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

تو پھر اللہ تعالیٰ ان قاتلوں کو معاف نہیں کر سکتا کہ جو اسکے نام پر زیادتی کرتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ خدا ہی نہیں، یہ وہ conduct ہی نہیں، یہ وہ مسلمان ہی نہیں، مسلمان وہ ہیں جن کی صفات میں آپ کو پڑھ کر سنا رہا ہوں۔ مسلمان وہ ہے جو:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَالَا تَفْعَلُونَ" (الصف ۶۱:۲)

(اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔)

وہ کوشش کرتا ہے کہ کم بولے اور اتنا بولے جتنا وہ عمل کر سکے۔

خواتین و حضرات! کتنا خوبصورت طرزِ عمل ہے جو اللہ مسلمانوں کو دے رہا ہے:

"وَاِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنهَا اَوْ رُدُّوهَا" (النساء ۴:۸۶)

(اور جب کوئی تمہیں کسی لفظ سے سلام کرے تو تم جواب میں اس سے بہتر لفظ کہو یا وہی کہہ دو۔)

جب کوئی تمہیں دعا دے، جب کوئی تمہیں سلام کرے، جب کوئی تحیت کرے، تو اس سے بہتر اسے دعا دو اور اگر اس سے بہتر دعا نہیں دے سکتے تو اے مسلمانو! اسکو برابر کی دعا دو۔ کمی نہ کرنا، یعنی سلوک کا جواب سلوک ہے۔ سلام کا جواب سلام ہے، تہنیت کا جواب تہنیت ہے، دُعا کا جواب دُعا ہے بلکہ اگر اس سے بھی بڑھ کر اپنے لوگوں کیلئے کر سکو تو تمہیں اللہ اپنی طرف سے ثواب دے گا اور اس شخص کی باتیں مت سنو جو قسمیں بہت کھاتا ہے، زیادہ قسمیں کھانے والے اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے۔ جھوٹے ہوتے ہیں۔ عیب نکالنے والے، طعنے مارنے والے، چغل خور "هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ" (۶۸:۱۱) (بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔) جھوٹے چغل خور، بدکار لوگوں کو خدا پسند نہیں کرتا، انسان بڑا کمزور ہے، اللہ کہتا ہے کہ جب مصیبت آتی ہے گھبرا جاتا ہے۔ مال آتا ہے تو بخیل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ تسبیحات مصیبت میں ضرورت ہیں اور مصیبت نکل جانے کے بعد آپ کیلئے باعثِ شکر ہیں۔ اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے برابر ہیں۔

"فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ" (المعارج ۷۰:۳۱)

(پس جو کوئی چاہے سوائے اس کے پس وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔)

جو اللہ کے قوانین اور ان کے آداب سے آگے بڑھتا ہے: "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ" یہ extremist ہیں، یہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ ہم ان کے قائل نہیں ہیں، نہ ہم ان کو سلوک اور مرتبہ بتاتے ہیں۔ ہم نے تو تمہیں ٹھیک کر کے بنایا ہے: "اَلَّذِي خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ" (۸۲:۷) (جس نے تمہیں تخلیق کیا پھر ٹھیک بنایا پھر درست کیا) ہم نے تو تمہاری بنیاد عدل، انصاف اور توازن پر رکھی ہے، تمہیں خوبصورتی کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ "فِيٓ اَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ" (۸۲:۸) (جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا) ہم نے تمہیں خوبصورتی سے بنایا ہے اور انتہائی اچھی صورت دی ہے، ہم کیسے بے اعتدالی گوارا کر سکتے ہیں اور

مسخ شدہ صورتیں تم خود پیدا کرتے ہو۔ بے اعتدالی سے، بے توازن زندگی سے تم ساری کی ساری بدصورتیاں سمیٹتے ہو۔ جب مال سمیٹو گے:

" اَلَّذِی جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ " (الھمزہ ۱۰۴: ۲)

(جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا)

گن گن کے رکھو گے تو تم ضرور مسخ ہو جاؤ گے۔ تمہارے چہرے مسخ ہو جائیں گے۔ جب تم گن گن کے رکھو گے، خدا کی راہ میں نہیں خرچو گے، آدابِ زندگی ملحوظِ خاطر نہیں رکھو گے تو پھر تم یقیناً اس بدکار گروہ میں، اس تباہ ہونے والے گروہ میں ہو گے، طعنہ مارنے والوں میں سے ہو گے، غیبت کرنے والوں میں سے ہو گے۔

اللہ پوچھتا ہے: یہ بتاؤ کہ کیا تمہارا مال تمہیں سدا زندہ رکھے گا؟ اے کروڑ پتیو! ارب پتیو! کھرب پتیو! کیا تمہارا مال تمہیں سدا زندہ رکھے گا؟ کیا اس قسم کا کوئی امکان تمہاری نظر میں موجود ہے؟ کیا پہلے history میں دیکھا ہے۔ history تو repeat کرتی ہے۔ کیا history میں ایسی کوئی repitition موجود ہے کہ جس کے تحت تم نے دیکھا ہو کہ تمہارے مال واسباب نے، تمہارے ان attitudes نے، ان تکبّرات نے، یا تمہاری حکومتوں نے تمہیں بچا لیا ہو؟ ایسا نہ ہو سکتا ہے، نہ کبھی ہو گا۔ یہی سچائی ہے اُس بڑی حکومت والے کی......

"فتعلَی اللہُ المَلِکُ الحَقُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ العَرشِ العَظِیم " (المومنون ۲۳: ۱۱۶)

(تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک)

خواتین و حضرات! مکالمے کے اختتام میں کیسے مناسب ہے کہ ذکرِ رسول ﷺ کے بغیر ذکرِ اعتدال ختم ہو جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ "وہ اس وقت تک مسلم و مومن نہیں ہے جب تک دوسروں کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔" ملاحظہ فرمایئے! کس قسم کا اعتدال آپ کے رسول ﷺ چاہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو وہ عمل پسند تھا جو کرنے والا ہمیشہ کر سکے۔ بڑا خوبصورت قولِ رسول ﷺ ہے: فرمایا: "وہ کام کرو جو کر سکتے ہو کیونکہ اللہ کی قسم! اللہ نہیں تھکے گا تم تھک جاؤ گے"۔ زیادہ تہجدیں پڑھ کے تم تھک جاؤ گے۔ چار دن ہی پڑھ سکو گے۔ ایک برخوردار نے مجھے خط لکھا کہ میرے چودہ، پندرہ سال کے جوان بیٹے نے تہجد شروع کر دی ہے۔ میں نے کہا: "غمِ عشق میں شروع کی ہو گی، یہ جاری نہیں رہ سکتی"۔ یہ جوانوں کے کام ایسے ضرور ہیں کیونکہ یہ بعض لوگوں کا غیر معتدل رویہ ہے۔ تہجد پڑھنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے مگر اگر نباہ سکو......

چار دن کی تہجد نہیں چل سکتی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت روزے رکھتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "معتدل ہو جاؤ، اعتدال کرو"۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر آسان ہے۔ فرمایا: "اچھا پھر کرو جو تم کرتے ہو۔" بعد میں عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ کاش میں رسول ﷺ اللہ کی بات مان لیتا۔ اب مجھ پر روزے بڑے گراں ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ نہیں تھکے گا تم تھک جاؤ گے۔

حضراتِ گرامی! خدا اور رسول ﷺ کی باتیں تو بے شمار ہیں مگر یہ بھی حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ جب امانت اٹھ جائے گی تو قیامت کا منتظر رہ...... پوچھا گیا سرکارِ رسالت مآب ﷺ سے: "امانت کیسے اٹھے گی؟" فرمایا: "جب کام نالائق و نااہل کو دے دیا جائے گا"۔ پاکستان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہی ہے، معاف کیجئے گا، تھوڑی سی معذرت کے ساتھ کہ بہت سارے کام بہت سارے نااہلوں کے سپرد ہیں۔

conducts ہیں جو مسلمان کو بتائے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس شخص پر رحم کرے جو بیچتے، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی رکھے۔" ملاحظہ فرمایئے کہاں، کہاں تک قولِ رسول ﷺ کی رسائی ہے۔ فرمایا: "اللہ اس شخص پر رحم کرے، وہ محبوبِ پروردگار ہے، وہ شخص جو بیچتے ہوئے اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی رکھے"۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "ایک سوداگر تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور جب بھی دیکھتا کہ کوئی محتاج ہے تو اپنے آدمیوں سے کہتا کہ اسے معاف کر دو شاید اللہ ہمیں بھی معاف کر دے" تو اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، (لیکن مزے کی بات ہے کہ میں سال میں ایک مرتبہ یہ جسارت کرتا ہوں، اس لیے آج کے دن مجھے معاف کر دیں) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ ہم کو وعظ سنانے کیلئے موقع اور وقت ڈھونڈتے تھے"۔ یعنی ہر وقت نہیں ہم پر ٹھونستے رہتے تھے۔ بہت بڑے استاد تھے، جانتے تھے کہ لوگ کبھی سننے کے موڈ میں ہوتے ہیں، کبھی نہیں ہوتے۔ ہمارے تو واعظینِ مکرم جو ہیں اور حضراتِ مقدس جو ہیں وہ اس بات کے لحاظ سے گئے گزرے ہیں۔ ان کو اپنی بات سنانی ہے، چاہے آپ کی جان عذاب میں کیوں نہ ہو، اسی لیے میں نے پہلے معافی مانگ لی ہے۔ تو حضرت عبداللہؓ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ ہمیں بات سنانے کیلئے وقت اور موقع ڈھونڈتے تھے اس خیال سے یا اس ڈر سے کہ ہمیں بوجھ نہ محسوس ہو۔ دیکھئے! کیا تصور ہے۔ یہ Teacher's concept ہے۔ وہ کتابیں تو دیکھو ذرا جو بچے اٹھا کے سکولوں کو

جاتے ہیں۔ایک specific گدھا چاہیے ان کو ڈھونے کیلئے۔بچوں کی کمریں خم ہوگئی ہیں اور ان کے فہم وفراست معطل ہوگئے ہیں۔وہ ماں باپ سے صبح وشام پوچھتے ہیں کہ تم نے کیوں ہمیں مغربی سکولوں میں ڈال دیا۔ان کے بستے تو دیکھو! وہ بستے کون اٹھا سکتا ہے؟ یہ آپ کے رسولِ مبارک ﷺ کا قانون ہے۔قانون یہ ہے کہ وہ موقع ڈھونڈتے تھے کہ اگر مناسب ہو تو میں ان سے یہ بات کہہ دوں تا کہ ان کی طبع پر بوجھ نہ بنے۔کئی بار تبلیغ والوں کو دیکھا کہ اندر بیچارہ اپنی شادی کی تقریب میں دو چار لمحے خوشی منانے لگا ہے اور وہ کہتے ہیں: ''چل تبلیغ کیلئے چلہ لگا''۔ کہنے لگا: ''خدا کیلئے آج کے دن تو بخش دو''۔ کہنے لگے کہ نہیں آج ہی لگاؤ، آج زیادہ ثواب ہے۔

حضراتِ گرامی مرتبت! بوجھ نہیں بننا چاہیے۔مذہب بوجھ نہیں ہے۔مذہب محبت ہے، خوبصورتی ہے۔aesthetic کی اعلیٰ ترین value محبت ہے، یہ جمالیات کی حس ہے۔اللہ سے کون پیار کر سکتا ہے جس کو حُسن سے پیار نہ ہو۔ ''اَللّٰہُ جَمِیلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَال'' (اللہ حسین ہے اور حسن سے محبت کرتا ہے۔) اللہ حسین ہے، اس سے تو وہی پیار کر سکتا ہے نا، جس کو حُسن کا احساس ہے۔دنیاوی پرت در پرت، انتظامی، اخلاقی، تعلیماتی......ان تمام حسن کی صورتوں سے آگے بڑھتا ہوا انسان تجرید کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر آپ دیکھیں کہ خدا کی محبت میں چلا جاتا ہے، صفات کی محبت میں چلا جاتا ہے۔جو اپنے وجود کی پستیوں سے لے کر آفاقی لامکانیت کی محبت میں جاتا ہے اس کیلئے بہت احساسِ حُسن چاہیے، بہت خوبصورتی کا احساس چاہیے۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن کی مثال دیتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ ہم تمہاری حدیث چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں، تم ہمیں روز حدیث سنایا کرو۔عبداللہؓ نے کہا کہ میں جو تم کو ہر روز حدیث نہیں سناتا وہ اس وجہ سے کہ برا جانتا ہوں کہ تم کو ملال ملے۔حضور ﷺ کئی دنوں میں کوئی دن مقرر کرتے اس واسطے کہ آپ ہمیں رنج نہیں دینا چاہتے تھے، تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے، یعنی کبھی کبھی مذہب دیکھنے میں بھی، سننے میں بھی اور مذہب کی تعمیل میں بھی دکھ ہو سکتا ہے، آپ مانیں گے تو نہیں......اللہ کا رسول ﷺ تو کہہ رہا ہے کہ ''تمہیں بڑی کوفت ہوتی ہوگی اللہ کی بات سننے میں''......اُدھر گانا بڑا اچھا لگا ہوا ہے اور اِدھر آپ حدیث سن رہے ہو۔ تکلیف تو ہوگی نا۔تو اللہ کے رسول ﷺ موقع ڈھونڈتے تھے کہ جب لوگ سننے کے قابل ہوں تب

میں انکو بات سناؤں۔علامہ طنطاوی نے ایک بڑا خوبصورت واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ بڑا اچھا گانے والے تھے یعنی آواز بڑی اچھی تھی۔(گانے والوں کو اس سے دلیل نہیں ملنی چاہیے) حضرت عمرؓ کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔اونٹ پر تھے اور گا رہے تھے۔اتنی تفصیل تو نہیں کہ وہ اونٹوں کا گیت نہیں تھا، ظاہر ہے کوئی خوبصورت غزل ہوگی......لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے کہ امیر المومنین کی آواز اور خوبصورت آواز......! بہت سارے لوگ جمع ہو گئے، جب بہت سارے لوگ جمع ہو گئے تو حضرتؓ نے غزل بند کر کے قرآن سنانا شروع کر دیا۔اب لوگ بھاگنا شروع ہو گئے، تو جب سارے چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہاری مائیں تمہیں روئیں، میں تمہیں قرآن سناتا ہوں تو بھاگ جاتے ہو، گانا گاتا ہوں تو پلٹ آتے ہو۔حضراتِ گرامی! پہلے بھی ایسے ہی لوگ ہوتے تھے۔آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں۔پہلے بھی ایسے ہی ہوتے تھے کہ گانا زیادہ سنتے تھے اور قرآن کم سنتے تھے مگر اس وقت کسی نے انکو طعنے تو نہیں دیئے نا سوائے اس کے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جو کہا۔یہ تو نہیں کہا کہ تم سزا کے قابل ہو بلکہ خود انہوں نے کہا کہ کیا فضول گا رہے تھے اور ان کو کتنی ہوس ہے گانے سننے کی اور کتنا کم شوق ہے قرآن سننے کا......

آٹھ حدیثیں متصل، مسلسل، متواتر، مشہور ہیں، فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے کہ ''میانہ روی اختیار کرو، اعتدال اختیار کرو''۔یہی طریق پروردگار ہے، یہی طریق رسول ﷺ ہے کہ میانہ روی اختیار کرو۔معتدل زندگی گزارو اور اگر یہ نہ ہو سکے، بالکل perfect اعتدال نہ ہو سکے تو اس کے قریب رہو۔کوشش کرو کہ اس کی حدود سے نہ نکلو۔اعتدال کے بیچ میں، درمیان میں رہو، افراط اور تفریط اور غرور اور تعصّب سے بچو۔کسی کی زیادہ تعریف نہ کرو۔بے جا عقیدتوں میں نہ پڑو۔اسی طرح بے جا تعصبات میں بھی نہ پڑو۔بے جا مخالفتوں میں بھی نہ پڑو۔ہر چیز کی کثرت نہ کرو اور کسی کو بہت کم بھی نہ کرو۔مرتبہ دینے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔فتاویٰ دینے سے منع فرمایا۔حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا اسکا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا''۔علماء کو اسناد کا تو پتہ نہیں، علم کا تو پتہ نہیں مگر فتاویٰ اس کثرت سے آ رہے ہیں۔ابھی ٹی وی پر دیکھیں کہ کس کثرت سے فتاویٰ آ رہے ہیں کہ یہ جونئی اجناسِ علمائے ٹی وی ہے، کوئی سمجھ نہیں آتی کہ انکی علمی اسناد کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور کہاں ختم ہوتی ہیں۔

خواتین وحضرات! آپ Americans کی طرح کھا بھی نہیں سکتے۔منع کر دیا گیا۔رسول ﷺ نے فرمایا: ''مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات میں''۔میں نے

دیکھا ہے Americans کو کھاتے ہوئے۔ آپ اس طرح نہیں کھا سکتے۔ چاہے کتنی بھی روشن خیالی ہو آپ Amercians کی طرح نہیں behave کر سکتے۔ کافر بہت ساری آنتوں سے کھاتا ہے اور مسلمان بیچارے کو فاقے کی ہدایت ہے۔ ایک آنت سے کھانے کی ہدایت ہے، زیادہ کھانا منع ہے۔ دیکھو کتنا بڑا قانون تھا، یہ اس زمانے کیلئے تھا، اللہ کو پتہ تھا کہ میرے لوگ بھی موٹے تازے ہو جائیں گے۔ آپ کو slim اور smart رہنے کی وہاں سے، تب سے اللہ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ایک آنت سے کھایا کرو، کبھی بھی موٹے تازے نہیں ہو گے۔

"سُبحَانَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْعَزِیْز" (اللہ بزرگ و برتر ہے اور سب سے بڑا ہے) اس کی رحمت و بزرگی و برتری کا ثبوت ہے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ ہمیں عطا فرما دیئے، اس تفاخر کا تو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ اس نعمت کا شکر تو واجب ہی نہیں ہو سکتا، ادا ہی نہیں ہو سکتا کہ ہم:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن ہزار بے ادبیست

(اگر ہزار بار بھی مشک و گلاب سے منہ دھوئیں تو بھی سرکارِ رسالت مآب ﷺ کا نام لینا مناسب نہیں لگتا، بے ادبی لگتی ہے) مگر چونکہ باتیں ان کی ہیں، مثال ان کی ہے، کچھ نہ کچھ تو کہنا پڑتا ہے فرمایا: "بشارت دو، ڈراؤ نہیں"۔ پیغمبر ﷺ کے بعد کوئی مفکر، کوئی مفسر، کوئی شخص ڈرانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ڈرائے وہ جسے اپنے مستقبل کا پتہ ہو۔ جو ڈرا رہے ہیں ان سے پوچھو تو سہی کہ تمہارا کیا انجام ہے؟ تمہارا کیا مقام ہے؟ ڈراؤ نہیں ۔ بشارت دو، خوشخبری دو۔ میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ آپ رجائیت پسند ہیں، اچھی خبر کو لاتے ہیں۔ میرے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "بشارت دو، ڈراؤ نہیں۔ آسانی دو، تنگی نہ دو"۔ اگر آپ فقیہہ ہو، اگر آپ مفکر ہو تو آپ کو مبشر ہونا چاہیے۔ آپ لوگوں کی سختی کم کرو۔ دورِ حاضر ہے، فقہ کو ترتیب دو مگر اصول بدل کر نہیں۔ پانچ کی تین نمازیں کر کے نہیں۔ کیا یہ اقوال تھوڑے ہیں آسانی کیلئے؟ کیا ضروری ہے کہ آپ فسق و فجور پر آ کر ان کو آسانی دو؟ کیا ضرور ہے کہ شراب کی حرمت اور حلت کی ان کو آسانی دو؟ کیا ضروری ہے؟ کیا آپ کے پاس تھوڑی آسانیاں ہیں؟ کیا آپ کو زندگی گزارنے کے قرینے تھوڑے ہیں؟

شرع اس لیے ہے کہ اقوامِ عالم میں خدا نے دیکھا کہ یہ وہ طریق ہے جس پر چل کر قوم

اپنے مقصد، اپنی زندگی، اپنی منزل پر آسانی سے پہنچ سکتی ہے۔ یہ اللہ نے آپ کیلئے بنائے ہیں۔ جبر سے نہیں بنائے، ظلمت سے نہیں بنائے، آپ کو تنگ کرنے کیلئے نہیں بنائے بلکہ قافلہء انسان کو بشارت دی ہے کہ اگر تم شریعت پر چلتے رہو گے تو بآسانی منزلِ آخر تک پہنچ جاؤ گے۔ حضرتِ انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جب تک خوشی سے نماز پڑھے (ذرا ملاحظہ کیجئے) جب سست ہو تو بیٹھ جائے"۔ فرمایا: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اگر تنگ آ جائے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ فرمایا: "دین آسان ہے، دین میں کوئی سختی نہیں مگر یہ کہ دین اس پر غالب آ جاتا ہے۔" فرمایا موسیٰ بن اسماعیلؓ نے: "اللہ نرم ہے۔ نرمی اور ملائمت کو دوست رکھتا ہے اور جو ثواب نرمی پر دیتا ہے، وہ سختی پر نہیں دیتا"۔ فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے کہ "جو شخص نرمی اور ملائمت سے محروم ہے وہ سب بھلائیوں سے محروم ہے"۔ فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ ابواُسامہؓ سے روایت ہے کہ "اے ابنِ آدم حاجت سے زائد مال کو تیرا خرچ کرنا تیرے لئے بہتر ہے۔ "وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ۥ" (البقرہ ۲۱۹:۲) جتنا بچتا ہے خرچ کر۔ اگر خرچ نہ کرے گا تو تھوڑا ہے۔ جتنی تو کفایت کرے گا، اتنا تیرے لیے بُرا ہے۔ اس کو ملامت نہ کی جائے گی مگر سب سے پہلے اپنے عیال پر خرچ کرنا شروع کر۔ اپنے بچوں پر کر۔ بیوی پر کر۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ بخیلی اور بدخلقی"۔ مومن کا، مسلمان کا برا اخلاق نہیں ہو سکتا۔ مومن بخیل نہیں ہو سکتا، بداخلاق نہیں ہو سکتا۔ فرمایا سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے: "فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جنت میں مکار، بخیل اور احسان جتانے والا داخل نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اللہ اسے معاف کر دے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، حضرتِ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ "آدمی میں بدترین دو خصلتیں ہیں: انتہائی بزدلی اور بخیلی"۔ ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ ہم میں یہ کہیں موجود تو نہیں ہیں۔ حضراتِ گرامی! وہ لوگ جو اپنی کم تعلیمی کی وجہ سے روشن خیال ہیں، یہ لیکچر اس لئے نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ ان کو پتہ چلے کہ قرآن بندوں کو کیا تعلیم دیتا ہے۔ وہ قرآن کو requote کرتے نظر نہیں آتے۔ ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ خدا مسلمانوں کو کیا سبق دیتا ہے اور یہ بھی ان کو نہیں پتہ کہ اللہ اپنے مذہب کے بارے میں انسانوں سے زیادہ جانتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ کیا تم مجھے میرے مذہب کے بارے میں بتاؤ گے جو میں نے دیا ہے؟ کیا تم مجھے بتانا چاہتے ہو کہ میں نے تمہارے بارے میں

کوئی غلطی کی ہے؟ کیا میں نے تمہیں کوئی غلط مذہب دے دیا ہے؟

خواتین و حضرات! دعا ہے کہ اگلے session تک آتے ہوئے ہم نے صرف ایک سوال اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ بہترین انسانوں کے اخلاق میں، بہترین انسانوں کی عادات میں، انتہائی مہذب اور بااخلاق انسانوں کی عادات میں کون سی عادت ایسی باقی رہ گئی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں تک نہیں پہنچائی؟

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

سوال: What is the definition of modernism in the light of Quran?

جواب: خواتین و حضرات! ہر دور سے گزرتے ہوئے کوئی معاشرہ کسی psychological یا ذہنی اصطلاحات میں، دریافت میں یا شناخت میں آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو modern کہتا ہے۔ modern کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنے دور کو پچھلے دور سے زیادہ معتبر، شہادتوں کے لحاظ سے زیادہ معتبر، دریافتوں کے لحاظ سے زیادہ مستند اور خیالات کے لحاظ سے زیادہ فراخ دل کر لیں۔ modernism بذاتِ خود کوئی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس میں کوئی High relativity پائی جاتی ہو یا منفی توقعات پائی جاتی ہوں۔ لباس کی جدت یا تراش خراش کو ہم صرف modernism میں استعمال نہیں کرتے۔ بعض اوقات قدامت کی کوئی کڑی عصرِ حاضر میں آئے تو اس کو بھی modernism کہتے ہیں جیسے کوئی بڑے پرانے قدیم زمانے کا لباس آج کوئی خاتون دریافت کر لے یا اسکو اپنا لے تو وہ اپنے آپ کو ضرور modern اس لیے کہے گی کہ generally ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی زمانے میں culture بغاوت ہوتا ہے۔ culture کے جرثومے جو تجربہ کی پلیٹ میں پل رہے ہوں...... تو تہذیب سے نئے نئے جرثومے پھوٹتے رہتے ہیں اور جب نئے جرثومے اپنے آپ کو شناخت کروانے لگتے ہیں اور ایک ماحول تخلیق کر دیتے ہیں تو شروع شروع میں tradition ان کی مخالفت کرتی ہے، جب روایت کسی چیز کی مخالفت کرے اور اپنا تفاخر اس میں سمیٹے کہ ہم زیادہ معتبر ہیں اور زیادہ مستند ہیں اور زیادہ جدید ہیں تو قدامت طعنہ بن جاتی ہے اور جدت ان کیلئے وجہِ تفاخر بن جاتی ہے۔

بذاتہٖ اس میں کوئی ایسی عجیب بات نہیں مثلاً جب اسلام آیا ہوگا یا آیا تو بت پرستی اس وقت قدامت پرستی تھی اور اسلام modern تھا اور revolutionary تھا پھر جب آگے بڑھا ہوگا، مذہب جہاں بھی آگے بڑھتا ہے...... جیسے sciences ہیں تو sciences نے مذہب کو غیر معتبر قرار دیا مگر اسلام کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام scientific جو ایجادات اور دریافتیں تھیں قرآن سے پیچھے تھیں۔ بدقسمتی سے جب قرآن کا مطالعہ اُٹھ گیا اور لوگوں نے modern sciences پر، اس کی بنیاد پر تو کافی تحقیق کی مگر اپنی کتاب کو جاننا بند کر دیا یعنی یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ میں ایک کتاب کو پڑھے بغیر اس پر رائے دے دوں جیسے لارڈ رسل

نے قرآن کے بارے میں کہا:

"All gospel truth is alike." But all gospel truth is not alike. Quran is not like Bible. Quran is not like Periclese.

قرآن تو بالکل different کتاب ہے جس میں اگر کوئی scientific اطلاع غلط ثابت ہو جائے تو قرآن غلط ثابت ہو جاتا ہے، خدا غلط ہو جاتا ہے۔ قرآن میں اور باقی کتابوں میں یہ ایک major فرق ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ اگر انسان ہزارہا غلطیاں کرے تو وہ انسان ہی رہتا ہے مگر اگر خدا ایک غلطی بھی کرے تو خدا نہیں رہتا کیونکہ خدا قرآن کو اپنا data قرار دیتا ہے Logical positivist نے خدا کی ذاتِ گرامی کا اس لئے انکار کیا تھا کہ اسکا کوئی data نہیں تھا۔ اسکا کوئی logical construct ذہن میں نہیں بنتا یعنی جب آپ میز دیکھتے ہو تو میز کا ذہن میں پہلے سے دھیان موجود ہے۔ اب میز تین شاخوں والا، چار شاخوں والا، ایک ٹانگ پر کھڑا ہو، دس ٹانگوں پر کھڑا ہو کیونکہ brain میں اسکا پہلے سے ایک نقش موجود ہے کہ میز ہم اس چیز کو کہتے ہیں جس پر چیز دھری جا سکتی ہے۔ میز کسی بھی قسم کا ہو گا اسکا logical construct ہمیں بتائے گا کہ یہ میز ہے تو ان لوگوں کا اعتراض یہ تھا کہ ''خدا کا کوئی data چونکہ ہمارے ذہن میں exist نہیں کرتا۔ اسکا کوئی logical construct ہمارے ذہن میں نہیں ابھرتا جیسے رسل نے مثال دے کر کہا کہ ایک اندھے کو جس نے پیدائشی ہاتھی نہ دیکھا ہو، اسکو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کو آپ بتاؤ گے تو پتہ چلے گا۔ خدا کے معاملے میں جملہ لوگ اندھوں کی طرح ہیں۔ انکو کچھ پتہ نہیں کہ وہ کس طرح کا ہے؟ کیسا ہے؟ کیوں ہے؟ اسکا کوئی data موجود نہیں ہے اس لیے خدا sense data سے پرے ایک non sense ہے۔''

اس کے بعد جب anthropologists آئے تو انہوں نے مذہب کو تمام تر زمین کی پیداوار قرار دیا کہ فلاں society میں خدا کا اسطرح تصور ابھرا، فلاں society میں اس طرح ابھرا...... میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ مکہ میں جو پہلے دو دیوتا پیدا ہوئے یا تین دیویاں پیدا ہوئیں جن کو خدا کی بیٹیاں (معاذ اللہ استغفر اللہ) سمجھا جاتا تھا، لات، منات و عزیٰ کو...... تو ان کی شکلیں ایسی تھیں کہ ایک سفید پتھر کے نقش و نگار والی دیوی کو لات کہتے تھے اور منات ایک کالے پتھر کے نقش و نگار والی دیوی تھی تو anthropologists نے یہ کہنا شروع کیا کہ چونکہ عرب کے مذہب پر یا اسلام پر کالے پتھر والی دیوی کا یا عزیٰ کا بڑا اثر تھا اس لیے حجرِ اسود اس کی

نشانی ہے۔ وہ چونکہ مذہب کی طرف سے argument نہیں سنتے یا معتبر نہیں سمجھتے تھے، فرض کیجئے کہ میں آپ سے کہوں کہ ہمیں حجرِ اسود اس لیے عزیز نہیں ہے کہ وہ کالا ہے یا پیلا ہے۔ ہمیں تو صرف اس لیے عزیز ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ کے دستِ مبارک نے اسے چھوا ہے۔ ہمیں تو اس لئے عزیز ہے کہ سیدنا اسماعیلؑ کے دستِ مبارک نے اسے چھوا ہے۔ ہمیں تو اس لیے عزیز ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک نے اسے چھوا ہے پھر ہم انہیں یہ سمجھانے کی کوشش بھی کریں گے کہ پتھر کہ وجہ سے ہم پتھر کو نہیں چومتے بلکہ ہم لمسِ دستِ ابراہیمؑ کو چومتے ہیں۔ ہم لمسِ دستِ اسماعیلؑ چومتے ہیں۔ ہم تو اپنے پیغمبرانِ قدس کی محبت کی وجہ سے اس پتھر پر محبت کی نگاہ کرتے ہیں مگر وہ لوگ یہ نہیں سمجھیں گے۔ وہ چونکہ anthropology کا حصہ ضرور ہے کہ جو August Comte کے الفاظ ہیں:

"If there was no God, the people would create a God."

تو ان کا خیال یہ ہے کہ مختلف مقامات اور جگہوں پر خدا کو لوگوں نے اپنی ضرورت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔ ایک anthropologist سے میں نے پوچھا کہ یار پیدا ہوتے ہی انسان مذہبی کیسے ہو گیا اور پھر جنگلی آدمی تھا، جانور اور درندوں کو چیرتا پھاڑتا تھا تو کیوں نہیں تم یہ تصور کرتے کہ پیدا ہوتے ہی انسان کو کوئی ایسی Guidance of instruction ملی ہے جس کا ثبوت تمہارے پاس نہیں ہے جس نے انسان کو اس درجہء انسانیت تک پہنچایا ہے۔ کہنے لگا کہ ہماری غلطی ضرور ہے مگر ہم تسلیم نہیں کرتے۔

"This is a mistake we make, we cannot include this possibility in our thesis because we have no proof."

تو science بعض اوقات اس لئے modern کہلاتی ہے اور modernism اس لئے modern کہلاتا تھا کہ اس میں شک تھا تشکیک کی وجہ سے، scepticism کی وجہ سے...... اور scepticism کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہر issue پر سوال اٹھانے کی اہلیت اپنے آپ میں سمجھتے تھے۔

کسی زوال پذیر معاشرے میں سب سے زیادہ ضرب اس کی اخلاقیات پر پڑتی ہے۔ اخلاقیات جس کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے تو آج کل کے زمانے میں modernism اس چیز کے ہم معنی ہو گی کہ یہ مذہب کے خلاف ہے اور مذہب کو حقیر تر سمجھتی ہے۔

Ladies and gentlemen! we have very different ideas. میں آپ کو ایمانداری سے بتاتا ہوں کہ شاید عمومی عقل وفہم سے مذہب سمجھ میں نہیں آتا ہے اور بہت خصوصی عقل وفہم سے بھی خدا سمجھ میں نہیں آتا۔

We have to work very hard. We have to understand things, very difficult things.

خدا کے رستے میں، مسلسل فہم وفراست کے رستے میں چلنے کیلئے آپکو ساری زندگی کی ریاضتِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

To my mind it is the job of the highly intellectual. ہم اس کو high seriousness کہتے ہیں کہ جب تک کسی کا مضمون high seriousness تک نہ پہنچے وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ آج کل کے دور میں آپ کسی سے پوچھو کہ خدا کے بارے میں کبھی سوچا! کہے گا: ''ضرورت ہی نہیں پڑی''۔ ایک صاحب سے میں نے question کیا کہ کبھی اللہ کے بارے میں بھی سوچا۔ کہنے لگا: کہ چالیس برس تک تو ضرورت نہیں پڑی تو میں نے کہا کہ اگر اکتالیسویں میں پڑ گئی تو میں حاضرِ خدمت ہوں۔

This is the kind of approach we call modernism. ماڈرن ازم میں ایک اور بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ تمام علوم compartments میں قید ہو گئے۔ compartmentisation ہو گئی۔ اب آنکھ والے کو کان کا نہیں پتہ، کان والے کو آنکھ کا نہیں پتہ۔ وہ جملہ اصحاب جو پہلے ہوتے تھے وہ علم میں اس لئے آگے ہوتے تھے کہ وہ جملہ علوم میں تھوڑا تھوڑا سیکھ لیتے تھے۔ ان کا ایک vision تخلیق ہوتا تھا۔ پرانے زمانے کے اگر آپ ایک کمپاؤنڈر کو دیکھ لیں تو اس کیلئے آسان ہوتا تھا، آپ کے مرض کو سمجھنا بہ نسبت آج کے زمانے کے..... مگر جتنا زمانہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے، اتنے ہی امراض پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں اور اتنی مشکل پڑ رہی ہے کہ جن کو دیکھنا اور virus کو ڈھونڈنا ایک ہی بات نظر آتی ہے۔ Modernism is an effort یہ ایک ایسی کوشش ہے جہاں آپ حالات کو بہتر سمجھنے کی کوشش کرتے ہو۔ مگر کبھی کبھی "We just cannot refuse the past.

ماضی میں جو moral value تھی وہ modern حالات تک نہیں آئی اور زمانے کی بے چینی، کم فہمی اور زمانے کے مسائل کی بنیادی وجہ اسکا central structure of

religion سے دور ہو جانا ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا: ''جس نے مجھ (اللہ) سے منہ موڑا اس پر معیشت تنگ کر دی جائے گی''، لیکن سوال یہ ہے کہ America اور Europe نے بظاہر خداوندِ تعالیٰ سے منہ موڑا اور ان کی معیشت اتنی وافر کیوں ہے؟

جواب: خواتین وحضرات! دو تین قانون ایسے ہیں جن میں بظاہر یہ لگتا ہے کہ اللہ ایک بات بھی کہہ رہا ہے اور دوسری بھی کہہ رہا ہے مثلاً اہلِ کفر کو اس نے کبھی غربت میں تباہ نہیں کیا۔ کیونکہ آسودگی کہیں آزمائش ہے، کہیں خدا کے امتحان کا باعث ہے اور کہیں آسودگی اللہ کا انعام ہے۔ حضرت ایوبؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب خدا نے دوبارہ انہیں صحت بخشی، مال واسباب بخشے تو ایک دفعہ آسمان سے سونے کی ٹڈیوں کی بارش فرمائی، تو حضرت ایوبؑ کبھی اُدھر لپکتے، کبھی اِدھر کہ ان ٹڈیوں کو اکٹھا کر لیں تو آسمان والے نے تعجب فرمایا، کہا: ''اے ایوبؑ! ہم نے تمہیں اتنا کچھ دوبارہ بخش دیا تو تیرا دل نہیں بھرا''۔ فرمایا: ''اے مالکِ کریم! دل تو بھر گیا ہے مگر تیرے فضل سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا''۔ میں تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ آسودگی اللہ تعالیٰ کے چھوٹے موٹے امتحان پاس کرنے کے بعد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور کہیں آسودگی وجہِ عذاب ہے جیسے رسولِ اکرم ﷺ سے پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ اے پیغمبر! مجھے پتہ ہے کہ تیرے لوگ بڑا گلہ کرتے ہیں..... یہ آج کی بات نہیں ہے۔ یہ اُس وقت کی بات بھی تھی کہ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کیلئے دو وقت کی روٹی بھی نہیں، امتِ محمد ﷺ غربت وافلاس کی ماری ہوئی ہے اور کفار کے بازار گرم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد ﷺ! اے میرے رسول ﷺ! اگر ایک مصلحت حائل نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر کے در و دیوار چاندی بلکہ سونے کے کر دیتا''۔

خواتین وحضرات! مصلحت سُن لیجئے۔ اللہ کہتا ہے: ''میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن اہلِ کفر مجھ سے گلہ کریں کہ تُو جو ربّ العالمین بنتا تھا، تُو نے جو تقسیمِ رزق بغیر کسی تعصب کے رکھی تھی، پھر ہم نے تمہیں نہیں مانا تو تُو نے ہمارا رزق تنگ کر دیا''۔ اللہ نے فرمایا: کہ میں کافر کو یہ موقع نہیں دینا چاہتا۔ anthropology ہمیں بتاتی ہے کہ تمام بڑی تہذیبوں کے زوال ان کے عروج کے وقت ہوئے، ان کی معیشت کی بلندی کے وقت ہوئے جب وہ بڑی top پر تھیں۔ اس کی وجہ قرآنِ حکیم میں ہے کہ میں غریبوں کو مار کے کیا کروں گا؟

''کَم اَهلَکنَا مِن قَریَۃٍ م بَطِرَت مَعِیشَتِهَا'' (القصص ۲۸:۵۸)

(اور ہم نے قوموں کو اس وقت پکڑا جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہی تھیں۔)

اگر آپ غور کرو، امریکہ کو دیکھو، برطانیہ کو دیکھو، اہلِ یورپ کو دیکھو تو ان کی پکڑ اس وقت شروع ہوئی ہے جب یہ on the top of the power تھے یا یہ اپنی رئیسی کے دعوے فرما رہے تھے۔ اب بھیانک قسم کا معاشی کا دور ہے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی Economic equation تباہ ہو رہی ہے اور کل Senate نے کہا: "یہ سوچنا پڑے گا کہ ہم اتنا بے اندازہ خرچ جو اپنی حکومت کو دے رہے ہیں، وہ دیں یا نہ دیں۔" یہ زوال اور عزلت کے نشان ہیں اور اللہ متکبر، مغرور اور امیر قوموں کو اُس وقت پکڑتا ہے، جب وہ اپنے مال و اسباب پر ناز کر رہے ہوں۔ ہماری بچت یہ ہے کہ چونکہ ہم غریب ہیں، ہیں تو ہم بھی بڑے گئے گزرے مگر چونکہ ہم گئے گزرے ہیں مگر غریب ہیں، اسلئے ابھی ہماری سختی کے دن دور ہیں۔

سوال: نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ کا آغاز کیا اور جب مکہ والوں نے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا تو آپ ﷺ نے مدینہ میں اپنی ایک بستی بسائی۔ یہاں سے تبلیغ یا دین کی اشاعت ہوئی اور آپ ﷺ نے اسلام کو یوں پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ آج کے اس دور میں آپ کی ذاتِ گرامی سے سوال ہے کہ آپ اپنے رفقائے کار کے ساتھ ایسے لوگوں کو جو اللہ کے دین پر پوری طرح کاربند ہیں ان کے ساتھ مل کر علیحدہ بستی کیوں نہیں بساتے جس سے اسلام کی حقیقی روح لوگوں تک پہنچے۔

جواب: ایسی بستی کی تخلیق میرا خواب ہے۔ شاید میں بھی آپ کی طرح عرفِ عام میں یہی سمجھتا تھا کہ کسی کو join کر لینا، practical زندگی کا آغاز کرنا، عملیت کا آغاز کرنا بہت بڑی جدوجہد ہے مگر جب سے میں نے قرآن کی یہ آیت دیکھی: "اِنَّ الَّذِینَ فَرَّقُوادِینَھُم" (جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کیا۔) "وَکَانُوا شِیَعًا" (اور جو گروہ بن گئے) اور گروہ وہ ہوتا ہے جس کی علامت اور تشخیص جدا ہو جائے "لَستَ مِنھُم فِی شَیءٍ" (تو اے پیغمبر تو اُن میں شامل نہیں ہے۔) تب سے کم از کم میں یہ خطا کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتا کہ کوئی علیحدہ بستی بساؤں، اس پر name plate لگاؤں۔ میں آپ کی طرح ہوں۔ اصل میں یہ جس آیت پر زیادہ دباؤ دیتے ہیں اُس آیت میں یہ بڑا دباؤ ہے کہ تم میں سے ایک فریق علیحدہ ہوگا: "مِنھُم" کا جو لفظ یہ استعمال کرتے ہیں، وہ بڑی غلط understanding ہے۔ آپ میں سے اگر کوئی شخص جدا ہو کے تبلیغ کر رہا ہے تو بڑا فریق یہ تو کہے کہ یہ ہم میں سے ہے۔ جب تک جملہ مسلمان یہ نہیں کہتا کہ ہم اس میں سے ہیں، یہ ہم میں سے ہے تب تک وہ مسلمانوں کے گروہ سے الگ سمجھے

جائیں گے۔ اس آیت کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ ایک جماعت علیحدہ ہو جائے اور تبلیغ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ جماعت سے الگ ہیں جیسے آپ کے teachers ہیں، philosophers ہیں، scientists ہیں، اسی طرح کچھ لوگ علیحدہ ہو کر تبلیغ دین کا کام سرانجام دیں اور جو تبلیغ دین کا کام سرانجام دینے والے تھے ان پر آزمائشیں بڑی کڑی تھیں۔ اُن پر جو تین شرائط عائد کی گئی ہیں اگر اس پر آج کے مبلغین کو پرکھا جائے تو شرمندگی کا احساس ہوتا ہے اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا کلام دوسروں تک پہنچاؤ مگر فصاحت سے، علم سے، دانشمندی سے، اچھے اظہار سے۔ "وَجَادِلھُم بِالَّتِی ھِیَ اَحسَن" (النحل ۱۶:۱۲۵) اور اگر بحث کا موقع پڑے تو خوبصورت بحث کرو۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے جو مبلغین نکلتے ہیں یا اگر ان کے انداز دیکھیں تو وہ کوئی اچھا تاثر پیدا کرنے کی بجائے کافی ساری کوفت پیدا کر جاتے ہیں اور وہ جو میں نے پہلے آپ کو قرآن کی آیت سنائی تھی کہ جب لوگ بات نہ سننا چاہیں، چاہے وہ دین کی کیوں نہ ہو، تو پھر نہ سنایا کرو اور پیغمبرانِ قدس کی یہ عادت تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً دین تک نہیں پڑھاتے تھے بلکہ موقع و محل اچھے استادوں کی طرح تلاش کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ آپ ہر حال اور ہر موڈ میں اس پر message ٹھونک دیں، وہ بیچارہ پتہ نہیں کس حال میں ہوتا ہے اور کس رنگ میں ہوتا ہے۔ اس میں کبھی صلاحیت کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو آپ force نہیں کر سکتے کہ اس وقت تُو ہر حال میں میرے مذہب کی بات سُن۔

ایک آدمی دکانداری کر رہا ہے اور اچھا بھلا دکاندار ہے، نیک آدمی ہے، اس پر رش ہے اس لئے کہ چیز اچھی دیتا ہے اور ایمان سے دیتا ہے، اوپر سے آپ اسے تبلیغ پر آمادہ کرو اور اسے یہ کہو کہ میاں اُدھر ثواب زیادہ ہے اور یہ دنیاداری ہے تو میرا یقین ہے کہ وہ غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ "اچھا دکاندار اللہ کا ولی ہے"۔ میرا یقین ہے کہ جو لوگوں کو اچھا، صاف ستھرا مال دے رہا ہے اور خدا کی وجہ سے دے رہا ہے، وہ ان ہزاروں لوگوں سے بہتر ہے جو سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں اور تبلیغ کی بات کرتے ہیں کیونکہ وہ بات کر رہے ہیں اور یہ دین کو اپنے بدن سے گزار رہا ہے۔

سوال: Religious understanding کے بارے میں ایک سوال ہے: "حق یا رسول اللہ" کا مطلب ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں۔ ہم ہر وقت حضور ﷺ کے روبرو ہیں اور آپ ﷺ ہمارے تمام اعمال سے واقف ہیں حالانکہ قرآن میں کافی reference دیئے گئے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے کہ میں ان لوگوں کا اس وقت تک ذمہ

دار تھا اور انکا نگران تھا کہ جب تک میں ان کے درمیان تھا اور سورۃ نمبر 39، آیت نمبر 30 میں ہے کہ "اے نبی! تم نے بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے"۔ تو ان آیات کی روشنی میں اس statement کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جـــواب: خواتین وحضرات! شاید یہ مسائل اٹھائے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ کوئی ان کا انکار کرے، کوئی جنگ وجدل کا سماں شروع ہو جائے، پھر تقریریں کی جائیں، کشت وخون ہو، پھر ہم ضد کریں کہ ہم اس لئے اچھے مسلمان ہیں کہ ہم نہیں مانتے، کوئی یہ کہے کہ ہم اس لیے اچھے مسلمان ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو یہ مسئلہ بہت سیدھا سادا ہے۔ میں اس مسئلے کو ذرا مختلف طریقے سے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ علمائے حاضر اور متقدمین میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم جنت اور دوزخ نہیں مانتے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ملائکہ صرف طاقتیں ہیں، ذہن کی قوتیں ہیں۔ جنات جو ہیں وہ ذہن کی فاسق قوتیں ہیں۔ بہت سارے لوگ ان باتوں میں کھو جاتے ہیں۔ آپس میں انکی جنگ وجدل بھی ہوتی ہے اور مسائل بڑھتے ہیں مگر اگر آپ سچ پوچھو تو میں آپ سے کہوں کہ میں یہ ساری باتیں اس لیے مانتا ہوں کہ خدا ہے۔ مجھے پہلے یہ decide کرنا پڑتا ہے کہ میں یہ باتیں کیوں مان رہا ہوں؟ میں جنت ودوزخ کی وجہ سے نہیں مان رہا ہوں۔ میں عذابِ قبر کو قبر کی وجہ سے نہیں مانتا۔ میں یہ ساری باتیں اس لیے مان رہا ہوں کہ میرے اللہ نے کہا ہے کہ یہ نظام ہے اور چونکہ مجھے اللہ پر یقین ہے اس لئے مجھے اسکے نظام کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اس نے مجھے بنایا ہے تو وہ کوئی فرشتہ بھی بنا سکتا ہے۔ جب آپ خدا پر یقین نہیں کریں گے تو یہ سارے مفروضے بننے شروع ہو جائیں گے کہ جنت ہے کہ نہیں ہے، دوزخ ہے کہ نہیں ہے۔ کوئی کہے گا کہ یہ علاماتی ہے۔ بھلا پوچھو، جو شخص یہ کہتا ہے کہ جنت ودوزخ اصلی نہیں ہیں، علاماتی ہیں، وہ سوال یہ نہیں کرے گا کہ جنت ودوزخ علامتی ہیں کہ نہیں بلکہ وہ سوال یہ کرے گا کہ کیا خدا میں طاقت ہے کہ وہ اصلی جنت بنا سکتا ہے؟ پھر کوئی اس کا کیا جواب دے گا؟ کیا خدا میں طاقت ہے کہ وہ اصلی دوزخ بنا سکتا ہے؟ پھر اس کا کوئی کیا جواب دے گا؟ کیا خدا میں یہ طاقت ہے کہ وہ قبر میں عذاب دے سکتا ہے؟ تو مسئلہ پھر ادھر ہی جائے گا، آخر کی طرف پلٹے گا کہ .We believe in God or we don't believe in God اب اس مسئلے کی روشنی میں آپ اسکو دیکھو تو پیغمبر بذاتہٖ کچھ بھی نہیں ہوتے۔ پیغمبر خدا سے ہے، خدا اپنے

پیغمبروں سے ہے۔ اللہ اپنے پیغمبروں سے ہے۔ ویسے تو قومِ بنی اسرائیل میں بہت لوگ تھے مگر موسیٰؑ اللہ کے پیغمبر تھے۔ قومِ یہود میں اور بھی بڑے لوگ تھے، بے شمار اچھے لوگ تھے مگر عیسیٰ اللہ کے پیغمبر تھے تو جس چیز کی تسلیم مشروط ہو، جو چیز خود بخود قائم نہ ہو بلکہ قائم بالذات پروردگار ہو جن کا وجود اللہ سے تحقیق ہو، ان میں کوئی شک نہیں ہے۔

اگر آپ ان سے یہ پوچھو کہ آپ ﷺ کیا دیکھ سکتے ہیں؟ کیا نہیں دیکھ سکتے؟ کیا سُن سکتے ہیں؟ کیا نہیں سُن سکتے؟ تو میرا جواب بڑا سادہ ہوگا کہ جو اللہ انہیں دکھاتا ہے، دیکھتے ہیں جو نہیں دکھاتا، وہ نہیں دیکھتے۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ وہ (ﷺ) ہمہ وقت حاضر ہیں یا حاضر نہیں ہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو وہ یہاں حاضر ہو سکتے ہیں اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہو سکتے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ان کو قبر میں حاضر کیا جاتا ہے اور سب مانتے ہیں کہ قبر میں حاضر کیا جاتا ہے۔ باقی اگر آپ یہ کہو کہ ایک وجود میں کیسے حاضر کیا جاتا ہے؟ تو یہ مسائل آج science نے بھی حل کر دیئے ہیں۔

ایک دفعہ جب آپ اپنے وجود سے نکل جاتے ہو...... جیسے آپ کی روح پہلے محض ایک شکلِ توانائی ہے پھر اسے برزخ میں اس کی شکل وصورت دی جاتی ہے، پھر عالمِ ناسوت (دنیا) میں اسکو وزن دیا جاتا ہے۔ یہ وجود friction ہے، اسکی limitations ہیں، یہ اپنے مقام سے دوسرے مقام تک جاتے ہوئے وقت لیتا ہے، یہ ہوا کی resistance کا شکار ہو جاتا ہے، زمین کے کھردرے پن کا شکار ہو جاتا ہے، اس پر ثقل کا بوجھ ہے، اس پر بہت ساری بندشیں ہیں، اللہ نے اسے مختلف conditions میں اور حالات میں باندھ رکھا ہے مگر جب یہ وجود نہیں رہے گا، جب آپ روحی وجود میں ہونگے تو پھر آپکی یہ ساری بندشیں اتر جائیں گی۔ اگر روح کو ہم صرف ایک توانائی کی شکل سمجھ لیں اور اسکی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سمجھ لیں تو ایک روح اٹھارہ ہزار مرتبہ دنیا کا چکر لگا سکتی ہے تو بتائیں کہ اس روح پر ہم کون کون سے ban لگائیں گے کہ وہ یہاں آ سکتی ہے، وہاں نہیں آ سکتی، یہاں جا سکتی ہے یا نہیں جا سکتی اور پھر قادرِ مطلق کی ان محبوب ارواح کے بارے میں جنہیں خدا نے کھلی چھٹی دے رکھی ہو، جنہیں خدا نے عزت و مرتبہ میں زمین وآسمان سے بلند کر رکھا ہو اس کے بارے میں میں کیا رائے دوں گا کہ وہ کہاں حاضر ہو سکتے اور کہاں نہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے وہ وہاں ہیں اور جہاں نہیں چاہتا وہ وہاں نہیں ہیں۔

سوال: سر آپ کی شخصیت بڑی متاثر کن ہے اور اسکے ساتھ ساتھ پُر اسرار بھی ہے۔ آپکی شخصیت کے بہت سے پہلو عوام پر منکشف نہیں ہوئے اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ بھی آپ نے عوام سے مکمل طور پر share نہیں فرمایا...... مختصر سوال یہ ہے کہ آپ کا جانشین کون ہوگا؟ اور آپ اپنا علم کس کو منتقل کریں گے؟

جواب: خواتین وحضرات! یہ کوئی انتقالِ حرارت کی بات تو ہے نہیں...... میں کوئی ایسا scientific method نہیں جانتا بلکہ کلوننگ پر تھوڑی سی امید ہوئی تھی۔ میں نے یہ research کی کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ جب کلون بنایا جائے تو اس میں زندہ انسان کا brain بھی منتقل کیا جا سکے تو پتہ لگا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور آپ ہزار کوشش کریں، scientific کوشش کریں مگر آپ کا کلون آپ کی شکلی مثال ہو سکتا ہے، ذہنی مثال نہیں ہو سکتا یا بہت حد ہوئی تو آپ کے چلنے پھرنے کی نقل کر سکتا ہے۔

باقی یہ ایمان سے میری رائے ہے کہ میں اتنا زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ اسکی ایک وجہ ہے، آپ اگر دنیاوی علوم کی بات کریں تو کوئی بھی شخص جو ہے تین سال کے عرصے سے لے کر ساٹھ سال کے عرصے میں تمام دنیاوی علوم کا expert ہو سکتا ہے۔ آپ ''رسل'' نہیں ہو سکتے۔ He might have spent sixty years in principles of mathematics یا جیسے Double Helix پر اٹھارہ سال لگ گئے یا جیسے پینسلین کی دریافت پر بارہ سال لگ گئے۔ تو آپ یہ کام نہیں کر سکتے مگر جب اٹھارہ سال کام ہو چکا، چالیس برس کام ہو چکا اور جب اسکی کتابِ تحقیق آ گئی تو وہ آپ نے آدھے دن بلکہ آدھے گھنٹے میں پڑھ لی، یعنی تمام علوم ان کی محنتوں کے حساب سے نہیں دیکھے جاتے۔

تمام علوم کسی نہ کسی انجام تک پہنچ چکے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں اور نئی researches جو ہو رہی ہیں، وہ بھی آدھے رستے میں ہیں کہ اگر ایک شخص یہ تہیہ کر لے کہ میں نے تمام جملہ دنیاوی علوم پر حاوی ہونا ہے تو تین سال کے اندر اندر وہ anthropology کی ایک کتاب پڑھ کر anthropology کا حافظ ہو جائے گا، mythology کی ایک کتاب پڑھ کر پوری mythology کو جان لے گا۔ انگلش کی ایک، دو، چار، دس کتابیں پڑھ کر ایم اے انگلش کے معیار تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح فلسفے پر History of Philosophy پڑھ کر سب کا پتہ لگ جائے گا تو ایک دو سال کے عرصے میں آپ جملہ علوم کی

طُمد بُد رکھ لیتے ہیں اور جان جاتے ہیں But the question is, thinking کہ آپ نے سوچا کیا ہے؟ یہ دنیاوی علوم ختم کرنے کے بعد اس پر judgement دینا آپ کی discretion ہے، یہ آپ کے تحفظات ہیں، یہ آپ کے ذہنی calibre پر ہیں اور تمام ذہنی calibre بنتا ہی اسی وجہ سے ہے کہ جب آپ علم کو حاصل کرنے کے بعد اس پر غور نہیں کرتے۔

ہمارے زیادہ تر لوگ علم کے ساتھ ایک زیادتی کرتے ہیں، اسے نگلتے ہیں اور اسے اُگلتے ہیں وہ کبھی ہضم ہی نہیں ہو پاتا اور جب اُگلا جاتا ہے تو اس سے کیا نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں؟ اور جب آپ کو شاگرد بنانا ہوتا ہے...... I have many hundreds of students، تعلیم کے مضمون میں بھی رہے ہیں۔ دوسرے subjects میں بھی students رہے ہیں، کسی کو sciences کا ایک حرف نہیں آتا۔ کسی کو sciences آتی ہیں اور قرآن سے نابلد ہے تو جو moderation میں ڈھونڈ رہا ہوں اگر سوال کرنے میں پائی جائے تو He is welcome لیکن جب آپ مقابلہ کرتے ہو، جب آپ تقریری مباحثہ کرتے ہو تو بہت سے لوگ جو تقریر کرنے آتے ہیں، کسی کی شکل اچھی ہوتی ہے، کسی کا انداز اچھا ہوتا ہے، کسی کی دلیل اچھی ہوتی ہے، کسی کی ادائیگی اچھی ہوتی ہے، تو انعام اس طرح نہیں ملا کرتے۔ نہ محض شکل پر، نہ ادائیگی پر بلکہ انعام ساری چیزوں کے تھوڑے تھوڑے حصے پر ملتا ہے جو ایک بھرپور تاثر دے سکتی ہے۔

مجھے اللہ کے حضور میں فخر حاصل ہے کہ میرے احباب بہت brilliant ہیں، اپنی fields میں بہت skilled ہیں اور پھر وہ خدا کے ساتھ بھی اپنی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔ I have young scholars with me. I have the young researchers with me. اور ان کی committment بڑی اچھی ہے، بڑی شاندار ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ العزیز وہ دن ضرور آئے گا کہ آپ کو میرے ان دوستوں اور طالب علموں کی شناخت ہوگی اور خدا کے فضل و کرم سے یہ بنے ہوئے نہیں ہونگے۔ یہ Overlords of religion نہیں ہونگے۔ یہ ہماری طرح ہی ہونگے، سادہ سے لوگ ہونگے جنہوں نے مذہب کو سمجھا ہوگا اور جنہوں نے خدا کو جاننے کی کوشش کی ہوگی اور انشاءاللہ تعالیٰ

That will be a message in education in Pakistan. We are not afraid in modernism. We are not afraid of

apologetic about our religion. We know what our religion is. It is just an idea of mental and intellectual sententious to us and we can do, very very confidently presented to anybody.

تو مذہب کا جو قصور ہے وہ اسکی presentation میں ہے۔علامہ صاحب (ساجد میر) چلے گئے ہیں ورنہ میں ان سے سوال پوچھتا کہ اگر ہم سیکولر کی مذمت کریں اور انکا برا مانیں اور انکو برا کہیں تو جائیں کہاں؟! اگر ہم سیکولر کو دھوکا باز سمجھتے ہیں، جھوٹا سمجھتے ہیں تو یہ ہمارا معاملہ ہے مگر جب ہم مذہب کی مثال دینے لگتے ہیں تو اگر پندرہ کروڑ لوگوں کو گواہ کر کے تمام مذہبی جماعتوں کے معزز سربراہ جو ہیں وہ خدا کے نام پر ایک وعدہ قوم سے کر کے اسے اس طرح بھلا دیتے ہیں جیسے یہ کوئی بڑا مسئلہ ہی نہیں ہے تو پھر آپ کیا خیال کریں گے کہ How can we trust this conduct of presentation of religion? کیا جب میں مذہب کی مثال دوں تو میں نے honest بندے کی مثال دینی ہے کہ میں نے ایسے بندوں کی مثال دینی ہے۔جب میں یہ کہوں گا کہ سیکولر تو بے ایمان ہے، مگر ان میں بھی دنیاوی طور پر لوگ ایماندار ہیں، جب میں یہ کہوں کہ تم جھوٹے ہو! مولوی فضل صاحب سچے ہیں تو آپ کا خیال ہے کہ میں یہ مثال دے سکتا ہوں؟ I cannot defend the indefensible جو نا قابلِ دفاع ہے وہ اس کا کیسے دفاع کر سکتا ہے۔ہمیں Maximum best پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے، ان سادہ سے مسلمانوں پر جن میں ابھی وہ لوگ موجود ہیں جو قبول کر کے، جو وعدہ کر کے اسے نبھاتے ہیں: "اَوفُوا بِالعُقُودِ" (جو عہد کر کے پوار کرتے ہیں۔) جو اپنے اوپر خدا کو گواہ کرتا ہے، لوگوں کو گواہ کرتا ہے وہ اپنا عہد پورا کرتا ہے۔ But unluckily we have nobody in our religion's side as a leader. کہ جو اس قسم کی کوئی جرأت خیال بھی رکھتا ہو۔

سوال: ہم زندگی بھر بھرپور کوشش کے باوجود تھوڑا سا اعتدال حاصل کر لیتے ہیں مگر اچانک کچھ غیر معمولی واقعات اس اعتدال کو تہس نہس کر دیتے ہیں، مسلسل اعتدال حاصل کرنے کا طریقہ بیان کریں؟

جواب: میرا اپنا یقین ہے کہ مذہب اور غیر مذہبی approaches میں ایک بہت بڑا فرق ہے جو میں آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب کے ساتھ آپ کی بنیاد امن کی ہے اور

اضطراب آتا جاتا ہے۔زلزلے آتے جاتے ہیں۔مذہب کے بغیر بنیاد اضطراب کی ہے اور امن کبھی کبھی آتا ہے۔

If you have want to understand the game of balances then you will understand.

کہ مذہبی لوگوں کو ہی خدا نے کہا ہے:

"وَلَنَبلُوَ نَكُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقصٍ مِّنَ الاَموَالِ وَالاَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ"

کہ بلاشبہ میں تمہیں آزماؤں گا، خوف سے، بیم و رجا سے، نقصانوں سے، چیزوں کے افلاس سے، اشیاء اور رشتوں کے کم ہونے سے میں تمہیں آزماؤں گا:

"وَبَشِّرِ الصَّابِرِینَ الَّذِینَ اِذَا اَصَابَتهُم مُّصِیبَةٌ"

اور مبارک باد ہے ان لوگوں کو جو اِن چھوٹے چھوٹے terminals سے گزرے، نقصانات سے گزرے، اموات سے گزرے، کرب و بلا کی کیفیتوں سے گزرے مگر انہوں نے حوصلہ بلند رکھا، اللہ سے وابستگی قائم رکھی اور کہا: "قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُون" کہ یہ گردشِ بلا، یہ مسائل وقتی ہیں۔اللہ کی طرف سے تھوڑی سی آزمائش ہے۔میں اللہ کے ساتھ ہوں۔میرا اللہ اس آزمائش کو ضرور گزار دے گا تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

"اُولٰئِکَ عَلَیهِم صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِم وَرَحمَةٌ"

(ان لوگوں پر ان کے ربّ کی طرف سے درود و سلام ہے، اور رحمت ہے)

"اُولٰئِکَ هُمُ المُهتَدُونَ" (البقرہ ۲:۱۵۷)

(اور یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں)

خواتین و حضرات! مصائب آئیں گے مگر آپ تہس نہس نہیں ہونگے، آپ لرزیں گے، ڈگمگائیں گے، اِدھر اُدھر ضرور ہو جائیں گے مگر آپ تہس نہس نہیں ہوں گے۔شاید آپ میں سے کسی کو پتہ ہو کہ ہمارے بچپن میں کبھی لوگ لکڑی کا ایک گڈا لے کر آتے تھے جو لکڑی کے ایک پیڈسٹل پر رکھا ہوتا تھا، پھر اسکو ہلا دیتے تھے، وہ کبھی اِدھر جاتا تھا، کبھی اُدھر...... مگر گرتا نہیں تھا۔خدا کے ساتھ آپ گریں گے نہیں، انشاءاللہ تعالیٰ......

سوال: If a male chooses his life partner it's not bad. If a

female does that is considered as immoral. Is this not ethically, morally discrimination?

جواب: اسلام میں جو سب سے پہلا مسئلہ اٹھا کہ ایک غیر بالغ لڑکی کا اس کے والدین نے نکاح کر دیا تھا۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے رشتے سے انکار کر دیا۔ بہت دباؤ ڈالا گیا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو حضور ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا کہ کتنی اچھی بات ہے کہ تُو نکاح کر لے۔ اس نے کہا: ''میں نہیں کروں گی''۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس سے کہا۔ اس نے کہا: ''میں نہیں کروں گی''۔ تو حضور ﷺ نے نکاح فسخ قرار دیا۔ اس نکاح کو باطل قرار دیا تو مذہباً Absolutely there is one choice with woman. اللہ کسی قیمت پر اس کو reject نہیں کرتا، قطعاً reject نہیں کرتا۔ باقی رہا social دباؤ، معاشرت، خاندانی، personal social واقعات...... اس کی ذمہ داری اللہ پر کم اور آپ پر زیادہ آتی ہے۔

سوال: عورت ایک وقت میں بیوی ہے اور بیٹی بھی ہے۔ شوہر کو مجازی خدا کا درجہ دیا جاتا ہے اور والدین کا رتبہ اس دنیا میں پائے جانے والے تمام رشتوں سے افضل ہے مگر ایک ہی وقت میں دونوں میں مقابلہ آ جائے تو عورت کدھر جائے؟

جواب: پڑھا لکھا ہر آدمی اپنی situation کے مطابق اس مسئلے کا حل تو کرتا ہے مگر اصولی اور قانونی طور پر جب ایک عورت کی شادی ہو جاتی ہے تو وہ والدین سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور خاوند کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ خاوند اگر تمام cases میں نہیں تو اَسّی اور نوے فیصد cases میں اسکی کفالت کا، اسکی نگہداشت کا اور اس کا پوری طرح ذمہ دار ہوتا ہے تو جو والدین کی 70% ذمہ داری share کر لے، اُٹھا لے، اس کا حق زیادہ فائق ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتی ہے کہ

She should not be inciting to parents but she cannot hide the truth from her husband. Always be her husband.

سوائے مجبوری کے اور چند ایک ایسے مواقع کے کہ جیسے ابوسفیان کی بیوی نے کہا کہ چونکہ ابوسفیان بخیل بہت ہے اس لیے میں کبھی کبھی اسکے پیسے کاٹ لیتی ہوں تو آپ ﷺ مسکرا کے چپ ہو گئے

کہ چلو ایسے کر رہی ہو تو پھر کیا ہو سکتا ہے تو ان مواقع پر تھوڑی سی ایک بے ایمانی شاید جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ major issues میں جائز نہیں ہو سکتی اس لئے بیوی پر خاوند کی برتری اور فوقیت مستقل ہے اور یہی اللہ کی مرضی بھی ہے مگر ماں باپ کا احترام ضرور رہے گا چاہے دور ہوں، چاہے قریب......

سوال: اسلام نے اعتدال کا concept دیا اور اس concept کی روشنی میں یہ question repeat ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں اس فرمان کی روشنی میں اعتدال کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: قرآنِ حکیم میں بہت سارے لوگوں کا ذکر ہوا۔ ان میں مقربوں کا ذکر ہوا۔ آپ یہ دیکھیں کہ اس کی مثال میں مَیں نے پہلے بھی ایک تقریر میں کہا کہ کچھ لوگ جو ہیں، جن کو مؤذن اٹھاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو وقت پر اٹھ جاتے ہیں اور کچھ لوگ تساہل کا شکار رہتے ہیں اسی لیے وہ شاید اذان کے آخر میں کہتا ہے: "اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم" کہ نماز نیند سے بہتر ہے تو یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو نیند سے جاگ ضرور جاتے ہیں مگر تساہل کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے۔ کئی لوگوں پر یہ الفاظ اثر نہیں کرتے تو یہ درجات جو ہیں انسان کی سستی کے اسطرح بنتے ہیں کہ ایک ثواب مانا جاتا ہے اور ایک عذاب بنتا ہے۔ ایک اس سے بہتر ہے جو تساہل اور کسل میں ہے مگر جس کو مؤذن کی آواز جگا لیتی ہے، ایک تیسری قسم وہ ہے جو تساہل کی وجہ سے نماز miss کر دیتا ہے اور چوتھی قسم ہے جس کا خدا ذکر کرتا ہے کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن کی کمر اپنے بچھونوں سے نہیں [illegible]۔ وہ خدا کی محبت میں، خشیت میں، خوف میں رات رات بھر اسے پکارتے ہیں۔ وہ دن اور رات کا کوئی لمحہ ہماری یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ "وَالسّٰبِقُونَ السّٰبِقُونَ" (الواقعہ ۵۶:۱۰) وہ آگے بڑھنے والے لوگ ہیں۔

اس سے اعتدال پر ضرب نہیں آتی ''سابقون'' کی وجہ سے نارمل مومنین پر ضرب نہیں آتی بلکہ چونکہ جملہ انسانیت میں محدود لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنی صلاحیتیں یادِ خدا میں صَرف کرتے ہیں یا اپنے عشق و محبت کے اس جذبے میں extraordinary ہو جاتے ہیں اور بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ exception ہوتی ہے اور exception کبھی معمول کا حصہ نہیں ہے۔ یہ بہت آگے بڑھنے والے لوگ ہیں اس لیے جو قانون ہے وہ اپنی جگہ پر رہے گا۔

سوال: اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کیوں ہے؟ جبکہ اللہ سب سے زیادہ رحیم اور democratic

ہے۔

جــواب: ارتداد کی اسلام میں سزا بالکل جائز ہے بلکہ اس سے سخت ہونی چاہیے تھی۔ یہ اسلام کا fifth columnist ہے۔ اگر آپ اسلام قبول نہ کرو تو اسلام آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ "لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن" (دین میں کوئی جبر نہیں) اسلام آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ سزا اس کیلئے نہیں ہے کہ میں مجبوراً ماں باپ کے گھر مسلمان پیدا ہوا تھا۔ اب میں change کر رہا ہوں۔ I want to be a Christian. یہ سزا اس کے لیے نہیں ہے۔ ارتداد اس کی سزا ہے کہ جو بظاہر کسی Technical reason کی وجہ سے اسلام میں صبح داخل ہوا اور شام میں اس نے چھوڑ دیا اور قرآنِ حکیم میں ان لوگوں کا mention ہے کہ یہ اہلِ یہود اس قدر مکار ہیں، اس قدر بے ایمان ہیں کہ لوگوں کو بہکانے کی خاطر یہ صبح دین میں داخل ہوتے ہیں اور شام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ دیکھئے کتنا clever brain ہے اس لئے کہ اگر فرض کرو کہ میں ایک شخص سے کہوں کہ تُو نے اسلام کو دیکھا ہی نہیں، تیرے اعتراض بے معنی ہیں، تُو تو اسلام کو جانتا ہی نہیں اور تُو مسلمان ہوتا تو تجھے پتہ ہوتا۔ تو وہ اسکا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ مسلمان ہے ہی نہیں مگر جو شخص اسلام کو damage کرنا چاہے گا وہ اسلام میں داخل ہوگا، داخل ہونے کے بعد اسے رد کرے گا، واپس آئے گا اور کیا کہے گا؟ اسکا جملہ کیسا ہوگا کہ "بھئی میں نے دیکھ لیا، میں بھی رہا ہوں تا تین مہینے مسلمان...... کچھ بھی نہیں ہیں، اندر سے بڑے گئے گزرے ہیں"۔ تو یہ Fifth columnist diabolical پروپیگنڈا ہے جو ہماری اصطلاح میں Trash and tittership کے درمیان آتا ہے صرف اس قسم کے مسلمان پر جو پہلے سے by reason اس لیے اندر آئے جیسے سینٹ پال عیسائیت میں گھسا، یہودی تھا اور دیکھتے دیکھتے تمام عیسائیت کو برباد کر کے تثلیث میں بدل کر چلا گیا۔ اسی طرح ایسے لوگ جو خصوصی طور پر خصوصی تعلیمات کے ساتھ داخل ہوتے ہیں اور اندرونی structure of religion پر وہ حملہ کرتے ہیں اور باہر جا کر اسکی مکمل بدنامی کا باعث بنتے ہیں، یہ اصل میں مرتد ہیں جو نہ صرف ایک دفعہ مذہب بدلتے ہیں بلکہ سرے سے اپنے ہی مذہب پر قائم ہوتے ہیں اور اس کو وقت دینے کیلئے دوسرے مذاہب میں داخل ہو کے ان کی تذلیل کا باعث بنتے ہیں۔

ســوال: معتزلہ فرقے کو عقلیت پرست بھی کہتے ہیں۔ قرآن میں بھی عقل پر بہت زور دیا گیا۔ آپ بھی عقل کو حسنِ منتخب قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ اور قرآن کی عقل میں کیا فرق ہے؟ عقل کسے

کہتے ہیں؟

جــواب: خواتین وحضرات! معتزلہ کو اس وقت صاحبِ عقل سمجھتے ہونگے ہم تو آج یہ سمجھتے ہیں کہ معتزلہ درجۂ عقل سے گرے ہوئے لوگ تھے۔ جیسے میں آج آپ سے کہہ رہا ہوں کہ لوگ لگتے اُگلتے ہیں۔ اس زمانے میں اشتراقیہ، یونانی فلسفہ، کچھ رومن mythology کچھ یہ، کچھ وہ...... معتزلہ میں یہ ساری reasons آ رہی تھیں۔ اس وقت وہ جدید ترعلم سمجھا جا رہا تھا اور ہمارے اسوقت کے سکالرز نے یہ گمان کر لیا تھا کہ مذہب بس سادہ سی، بدنی سی حقیقتیں ہیں ان کو کوئی جدید تر زندگی کا، cosmology کا پتہ نہیں ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے مذہب پر بے شمار اعتراضات کیے۔ ابنِ رُشد سے جب کسی نے پوچھا کہ تُو عاد و ثمود کے انجام سے نہیں ڈرتا تو اس نے کہا: "تو عاد و ثمود کے انجام سے مجھے ڈراتا ہے، میں تو ان کے وجود کا ہی قائل نہیں ہوں"۔ مگر کیا یہ لوگ سچے تھے؟ یہ سب لوگ غلط تھے، اس لیے اس وقت کی sciences غلط تھیں، informations کمزور اور غیر محکم تھیں اور اس وقت بھی قرآن سچا تھا۔ اب بھی قرآن سچا ہے اور اعتزال کی movement پہلے بھی ناقص تھی۔ اب بھی ناقص ہے۔

آپ فرض کیجئے کہ آپ کو کہا جائے کہ جی!!! اسلام روشن خیال نہیں ہے۔ یا علیت میں یہ حد آخر نہیں رکھتا یا اسکے حکمت کے نتائج غلط ہیں تو پھر اُن پر یہ دباؤ پڑتا ہے کہ وہ ایسا ثابت کریں۔ اگر وہ ایسا ثابت کریں تو ہماری بھی قرآن سے جان چھوٹ جائے گی مگر ایسا نہ پہلے ہو سکا، نہ اب ہو سکتا ہے۔ خدا کے کلام میں کسی قسم کا کوئی جھول نہیں ہے۔ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے، اس میں فکری اغلاط نہیں ہیں۔ وہ پہلے بھی سچائی تھی اب بھی سچائی ہے۔ اس لیے Sciences can change, the ideas of philosophy can change but God's way cannot change.

سوال: دعا کا مطلب مانگنا اور مزید مطالبہ کے ہیں جبکہ صبر کا مطلب ہے اپنے حال میں خوش رہنا اس لحاظ سے کیا دعا اور شکر آپس میں متصادم نہیں ہیں؟

جواب: دعا اصل میں عرضِ مدعا ہے، دعا اُس قسم کی insistance نہیں ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو دعا میں insistance یا دباؤ ہی غلط ہوتا ہے اور دعا مانگ کر شرط لگانا یعنی کہ اللہ تجھے مانوں گا اگر پوری ہوئی، نہیں مانوں گا اگر نہ پوری ہوئی۔ یہ اس قسم کی شرائط دعا میں شامل نہیں ہیں۔ دعا 'عرضِ مدعا' ہے۔ ایک بات کہنی ہے وہ آپ کہہ گزرتے ہیں۔ اسکی قبولیت اللہ کے ہاتھ میں

ہے اور شکر خدا کو یاد کرنا ہے۔ اخلاص ہے، محبت ہے، ساری feelings ہیں اور جب آپ شکر بھی کر رہے ہو تو اس میں بھی ذکرِ دعا ضرور ہوتا ہے۔ اس میں بھی کوئی معنی ضرور ہوتے ہیں۔

بڑے بڑے اولیاء اللہ تعالیٰ اور بڑے بڑے بزرگ بھی اگر اللہ سے کچھ بھی نہ مانگیں تو اس سے اپنے عرفان اور آگہی کو ضرور مانگیں گے۔ اس لیے دعا شکر میں سے نہیں جاتی۔ "اَمَّن يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ" (بے قراری میں بے قرار اور مضطرت کی دعا کون سنتا ہے؟) "وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ" (اور برائی کی گرہیں کون کھولتا ہے؟) "وَيَجْعَلُكُم خُلَفَآءَ الاَرضِ ط" (اور زمین پر تمہیں عزت وحرمت کے مقام کون عطا کرتا ہے؟)۔ "ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ" (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے۔) "قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ" (النحل ۲۷:۶۲) (مگر تم اسے بہت کم یاد کرتے ہو) اور یہ یاد کرنا ہی شکر کرنا ہے۔ اگر آپ اس آیت کو پڑھیں: "فَاذكُرُونِى اَذكُركُم" (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔) "وَاشكُرُولِى وَلَا تكفُرُون" (البقرہ ۲:۱۵۲) (اور شکر کرو اور کفر نہ کرو۔) یعنی یاد کرنا شکر ہے اور نہ یاد کرنا کفر...... تو یادَ اللہ میں اس قسم کی کوئی پیچیدگی نہیں۔

سوال: What is the difference between Western and Islamic banking? What do you think about many banks which are currently acting in Pakistan respect to the Islamic bank?

جواب: میں اپنے عزیز دوست جناب محمد اکمل سے درخواست کروں گا، کیونکہ ان کا مالیاتی معاملات سے تعلق ہے۔ ان کو میری کہی ہوئی بات کا پتہ بھی ہے انشاء اللہ یہ آپکو کچھ بتائیں گے۔ یہ انگلینڈ سے ویلز کونسل کے مشیر بھی ہیں اور ماشاء اللہ تعالیٰ العزیز وہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی صفت یہ بھی ہے کہ یہ پہلے عیسائیت سے منسلک تھے اور غور و فکر کے بعد ایسا اچھا مسلمان میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ یعنی آپ اسکو اس قسم کا اسلام نہیں کہہ سکتے جو جبراً اپنایا گیا ہو۔ غور و فکر اور شناخت کے بعد جس اخلاص اور محبت اور تعلیمی اثرات کے تحت انہوں نے اپنے اس سلوک کو اختیار کیا اسکے لیے یقیناً میں ان کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ ہمیں تو میراث میں آئی تھی، انہیں جہاد میں نصیب ہوئی۔

محمد اکمل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ساری تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے مجھے اس مقام پہ پہنچایا

اور پروفیسر صاحب کے ساتھ جتنی علمی گفتگو، جتنا مذہب اور جتنی اللہ تعالیٰ سے قربت میں نے سیکھی، میری دعا ہے کہ ہم سب لوگ اسی طرح رہیں، قرآن پڑھیں، اسکو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق حاصل کریں۔

جو سوال پوچھا گیا ہے اور آج کل اسکا بڑا چرچا ہے کہ Western banking system اور Islamic banking system میں کیا فرق ہے۔ اسکا جواب تو بہت وسیع ہے، بہت لمبا ہے مگر اس لیکچر میں ابھی پروفیسر صاحب نے ایک آیت quote کی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا difference ہے۔ banking جو شروع ہوئی، وہ ساری کی ساری ایک نظام کو مسلط کرنے کیلئے ہے۔ اس میں امانت داری اور اس میں exploitation جو کہ نہیں ہونی چاہیے تھی وہ اب Western banking میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم کسی کو exploite نہ کریں، کسی سے زیادتی نہ کریں، کسی کی امانت جو ہم نے لی ہے وہ ان کو واپس لوٹا دیں۔ اس میں دو تین چیزیں آتی ہیں۔

ایک بڑی چیز یہ ہے کہ آپ جب ایک Interest based banking پر کام کرتے ہیں تو آپ ساری عمر اسکا interest دیتے ہیں جس میں exploitation کا area نمایاں ہوتا ہے۔ اب risk کو بھی minimize کرنا ہوتا ہے۔ کسی بھی Business arrangement میں risk کو بھی minimize کرنا ہوتا ہے۔ اب جو فرق مغربی بینکنگ یا کمرشل بینکنگ اور Islamic banking میں ہے کہ ہمارا جو risk ہے وہ ہمارا "توکل علی اللہ" ہے اور مغربی بینکنگ کا تصور یہ ہے کہ ہمارا مال اگر کسی کو دیا جائے تو اس کی اصل سے دگنا واپس آنا چاہیے۔ اس کو اگر میں سمجھانے کی کوشش کروں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس آیت میں بھی جو اصول دیا ہے، انہوں نے بھی کہا کہ یہ بھی business ہے اور اس پیسے کو انہوں نے commodity کہا۔ وہ اس طرح کہ اگر ہم کوئی چیز بیچتے ہیں یا لیتے ہیں تو وہ ہمارے اور لینے والے کے درمیان ایک contract ہے۔ ایک اس کی قسم یہ ہے لیکن جو آپ پیسے کا لین دین اسی commodity میں کرتے ہیں تو یہاں تھوڑا سا فرق آ جاتا ہے۔

اسلام میں یہ ہے کہ جب کوئی آپ کے پاس banking کیلئے آتا ہے تو وہ اُس کی ایک ضرورت ہے اگر اس ضرورت کو ہم exploite کریں گے اور کوشش کریں گے کہ یہ ڈبل

پیسہ ہمیں واپس دیں تو یہ interest کی صورت میں آئے گا تو اس پیسے کو ہم نے commodity treat کیا ہے، اس لیے یہ بنیادی فرق ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی جو banking ہے اس کے اندر یہ exploitation نہیں ہونی چاہیے اور risk base equal ہونا چاہیے۔ اگر آپ نے کوئی چیز لی ہے تو وہ نفع اور نقصان کی base پر ہو سکتا ہے اور نفع اور نقصان ہمارے (مسلمان کے) نزدیک صرف توکل کی base پر ہوتا ہے۔ West کے نزدیک یہ ہے کہ اگر نقصان ہے تو آپ کا ہے۔ میرا اصل جو ہے وہ میرے پاس رہنا چاہیے تو یہ وہ سب سے بڑا فرق ہے۔

آپ نے شاید سنا ہو کہ حال ہی میں بنگلہ دیش میں محمد یونس نامی ایک صاحب کو نوبل پرائز ملا ہے، اس وجہ سے کہ انہوں نے چھوٹے پیمانے پر business کرنے والوں کو interest free پیسے دینے شروع کئے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ یہ business ہے تو ساری دنیا ان کی تعریف کرتی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ انہوں نے یہ کام مذہباً نہیں کیا۔ انہوں نے بنگلہ دیش میں ایک ایسا انتظام کیا ہے جس کی وجہ سے بہت چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والوں کو بغیر interest کے پیسے دیتے ہیں اور یہ ایک عین اسلامی اور فطرتی نظام ہے جس کو ہمیں اپنے system میں رائج کرنا چاہیے اور میری کچھ احباب سے بھی اس بارے میں بات ہوئی اور ہم لوگ کبھی یہ سوچتے تھے کہ ہم ایک صدقات بینک بنائیں اور آپ یقین کریں کہ اس صدقات بینک میں آپ کے جتنے بھی صدقات ہیں وہ آپ کسی کو کسی بزنس کیلئے پیسہ نہیں دے رہے، آپ اللہ کی راہ میں اس پیسے کو صدقہ دے رہے ہیں۔ اگر اس پیسے کو ہم جیسے professional لوگ ایک proper project based business کے اوپر لگائیں اور جب ہم قرضہ دیں تو وہ پیسہ جو ہے اسکو یہ کہہ کر دیں کہ یہ پیسہ ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے۔ اللہ کیلئے لوگوں نے ہمیں دیا ہے۔ اس کو ہم تمہیں لوٹا رہے ہیں۔ اگر اسکو تم واپس لوٹاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسکا اجر دے گا۔ آپ یقین کریں کہ نہ اس میں کوئی گارنٹی چاہیے، نہ اس میں کوئی ایسا انتظام چاہیے کہ وہ پیسہ ہمیں واپس آئے کیونکہ وہ پیسہ شروع سے ہمارا ہے ہی نہیں۔

Islamic banking پر ابھی ملائشیاء میں بہت کام ہو رہا ہے، سعودی عریبیہ میں بڑا کام ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کرے کہ اس نظام کو ہم سمجھ سکیں اور جو ہمارے اوپر ورلڈ بنک اور interest banking کا جو تسلط ہے، اس سے چھٹکارا حاصل ہو۔

سوال: اگلا سوال بھی banking سے متعلق ہے۔ Life insurance کے بارے میں بتائیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں ہے اور سود کے بارے میں کہ سود حرام ہے اور کیا جو رقم ہم بینک میں جمع کرواتے ہیں، وہ سال کے بعد بڑھتی ہے تو کیا یہ سود کی list میں آتا ہے؟

جواب: (پروفیسر صاحب) کچھ ذمہ داریاں individual کی ہوتی نہیں ہیں، مثلاً اگر آپ کو زندگی میں ہر وقت خطرہ ہے کہ پیسے اٹھانے میں یا گھر رکھنے میں جان چلی جائے گی، حتیٰ کہ آپ چوروں اور ڈاکوؤں کو دعوت دیتے پھریں گے۔ آپ کی ذاتی زندگی کے تحفظات کمزور پڑ گئے ہیں اور خوف و دحشت میں آپ اسے بینک میں رکھنا چاہتے ہیں تو پھر تو یقیناً آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ سود نہیں تو اس کا دھواں ہر بندے تک پہنچے گا تو یہی وہ زمانہ ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں سُود نہیں لیتا تو میں جھوٹ کہہ رہا ہوں کیونکہ کسی نہ کسی طریقے سے، باوجود کوشش کے میں سود استعمال کر رہا ہوں چاہے وہ سڑک جس پر میں چل کے جا رہا ہوں وہ سُود کی بنی ہو۔ جو پانی کی ٹینکی ہے شاید اس پر کوئی سود لاگو ہوا اور یہ جو aid ہم لیتے ہیں یہ تمام سود کی aid ہیں تو کسی نہ کسی طریقے سے سود کا دھواں ہم سب تک پہنچتا ہے، ہم اس سے آزاد نہیں ہیں۔ وہ خواہ متقی ہو یا سادہ سا بندہ تو اس پر قطعاً ہمارے نزدیک problem نہیں ہے کیونکہ ہم سب کہیں نہ کہیں سُود سے بندھے ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اس میں کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ جو اتنی واضح نہیں ہیں یعنی تقسیم در تقسیم نہیں، جمع در جمع نہیں ہیں۔ اس کا سود آگے نہیں بڑھ رہا یا جو آپ گورنمنٹ کو دے رہے ہیں وہ ذاتی اور قومی مفاد میں بھی ہے تو یہ قابلِ قبول صورت ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک سکیم میں بینک نے پیسے مانگے ہیں کہ ہم اس سے ملک کی بہتری کریں گے اور جو پیسے اس سکیم میں سے ملیں گے اسے ہم کام پر لگائیں گے، تو جہاں individual سود لینا دینا نہیں ہے وہاں نسبتاً آپکے اس مسئلے کی تلخی کم ہو جائے گی مگر جہاں اگر لفظ سُود پر اصرار کیا جائے تو لفظ سُود میں اگر صرف منافع بخش سرمایہ کاری ہے تو وہ کسی حالت میں کم از کم اللہ کے نزدیک تو قبول نہیں ہے۔ جیسے میں نے آیت پڑھی تھی: "مَن ذَا الَّذِی یُقرِضُ اللهَ قَرضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضعَافًا کَثِیرَۃً" (البقرہ ۲:۲۴۵) (جو اللہ کو قرض دے گا تو اللہ اس میں اضافہ کر کے اسے لوٹا دے گا) اللہ نے یہاں پر اضافے کی بات کی ہے یعنی پیسہ اگر آپ خدا کے ساتھ لگاؤ تو خدا اس میں اضافہ کر کے آپکو لوٹائے گا۔ But then it's a matter of belief. It's a very serious

matter of belief. کون bankingنظام پر بھروسہ کرتا ہے اور کون خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔

باقی یہ جو institutionsہیں، ان کی بات آپ اس لیے نہیں پوچھ سکتے کہ آپ کے پاس انکے سوا کوئی اور رستہ نہیں ہے micro,economy ہو یا macroہو اسکی بنیاد چونکہ مغربی نظامِ سُود پر ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا ایک جز وصحیح اور ایک غلط ہے۔

سوال: خودکش حملوں کے بارے میں یہ سوال بار بار دہرایا جا رہا ہے کہ کیا کسی بھی صورت میں یہ جائز ہوسکتا ہے؟

جواب: دیکھئے بات یہ ہے کہ 1965ء میں ایک جنگ ہوئی، دو فوجیں آپس میں لڑ رہی تھیں۔ ہندو افواج پاکستان پر حملہ آور ہوئیں۔ پورا ایک ٹینک ڈویژن تھا۔ اخباروں میں ایک خبر بڑے تفاخر سے آیا کرتی تھی کہ ہمارے فوجی جوان اتنا بے دریغ لڑے کہ اپنے جسموں سے بم باندھ کر ٹینکوں کے نیچے گھس گئے اور انہوں نے ان ٹینکوں کو اُڑا دیا۔ بھلا یہ کیا ہوا ہوگا......! یہ خودکش bombersہی تو تھے مگر ایک اور بھی طریقہ ہے bombing کا ...... Western societiesمیں، بڑے معاشرے میں، جب کسی انسان کو بھوکا مار کے، اسکو عزلت گزین کر کے، اسکو زندگی اور بے زاری کے آخری لمحوں تک لے جا کر جب اسکے پاس صرف ایک choice چھوڑ دی جاتی ہے کہ تمہیں آسمان دیکھنا تبھی نصیب ہوگا کہ اگر تم خُودکش bomberبن جاؤ تو اسکو ہم Total brain washed methodology کہتے ہیں۔ ایک وہ جو Brain washingکا methodہے، ایک وہ جو اخلاص و محبت سے اپنے ملک و ملت کو بچانے کیلئے ہے۔ بہت سارے ایسے مقامات ہیں جب افواجِ پاکستان یا دنیا کی کسی فوج نے جب لڑنے میں جان دے دی تو ہم اسکو خودکش نہیں کہتے۔ یہی فرق ہے throughoutاس ساری approachمیں...... جہاں ایک professionalبمبار ہوتا ہے اور جہاں ایک ملک کی عزت اور حمیت کو خطرے میں دیکھ کر ایک سپاہی اس کیلئے لڑتا ہے اور آج جو سب سے بڑا misconductہمیں تمام واقعات میں نظر آرہا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں عراق اور افغانستان میں سب سے زیادہ یہ case نظر آرہے ہیں کہ ہم ان کو clearlyغلط نہیں کہہ سکتے کہ دو ملک اپنی آزادی کیلئے لڑ رہے ہیں چاہے دنیا کچھ بھی کہے۔ دو ملکوں کے عوام جو ہیں ان کو اپنے دفاع سے یا اپنے قابض سے جو دشمنی ہے وہ اس سے لڑ رہے ہیں۔ اس میں وہ ہی

methodologyاستعمال کر رہے ہیں جان دینے کی یا لینے کی...... یہ ایک جنگی صلاحیت ہے، یہ ایک Guerilla war فعل ہے۔ اسکو ہم کوئی blame نہیں دے سکتے مگر عام طور پر جیسے شہروں میں وہ لوگ جو بم باندھ کر آتے ہیں اور بے لحاظ بچے بوڑھے، عورتیں قتل ہو جاتی ہیں، مر جاتی ہیں تو اس کو کسی بھی طریقے سے justify نہیں کیا جاسکتا، یہ غلط ہے۔ جب تک آپ کا دشمن واضح ہے یا آپکی کمزوری واضح ہے، آپکا طریقِ جنگ اگر خودکشی پر مشتمل ہے تو اسکو ہم بُرا نہیں کہہ سکتے مگر جب آپ فساد کرو گے جیسے خداوندِ کریم کہتا ہے کہ زمین خراب مت کرو:

"وَلَا تُفسِدُوا فِی الاَرضِ بَعدَ اِصلاَحِهَا" (الاعراف ۷:۵۶)

(اور مت فساد کرو زمین میں بعد اس کی اصلاح کے)

کہ ایک زمین ہے جو امن سے چل رہی ہے، جو آگے بڑھ رہی ہے، اس میں آپ کی حماقتوں کی وجہ سے یا کسی غیر کی حماقتوں کی وجہ سے ایک مسلمان معاشرے کا امن تہہ و بالا ہوتا ہے یا کوئی آ کر آپکو اس طرح قتل و غارت گری پر آمادہ کرتا ہے، تو خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمانہ آخر میں مارنے والے کو یہ نہیں پتہ ہوگا کہ وہ کیوں مار رہا ہے اور مرنے والے کو نہیں خبر ہوگی کہ وہ کیوں مر رہا ہے تو بس سمجھ لو کہ یہی وہ زمانہ ہے جہاں ہزاروں لوگ اس طرح مر رہے ہیں کہ انکو پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیوں مر رہے ہیں They are not a part of war نہ وہ استعمار کا حصہ ہیں، نہ وہ کسی دہشت گردی کا حصہ ہیں، نہ وہ کسی جرم کا حصہ ہیں مگر وہ مر رہے ہیں اور مارنے والا کیوں مار رہا ہے؟ آج تک تو کوئی وجہ پتہ نہیں لگی مگر جہاں افواج ہیں، جہاں لڑائی ہو رہی ہے جہاں دشمن قابض ہیں ان کے بارے میں یہ opinion نہیں ہوسکتی۔

سوال: کیا ایک فرد خدا کی دلیل کو establish کیے بغیر خدا کو ترجیحِ اوّل مان سکتا ہے؟ اور کیا خدا کو عقل اور حس سے محسوس کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: عقل تو ہے ہی خدا کیلئے اور عقل ہی سے تو خدا محسوس ہوتا ہے اس لیے کہ جو reason اور دلائل آپ اپنے ذہن میں کسی چیز کے وجود، اسکے ہونے یا نہ ہونے پر دیتے ہو اسکا کوئی تعلق جسمانی شے سے نہیں ہے۔

عقل وہی ہے جو حواسِ خمسہ سے آگے دیکھ لے، جو ایک thesis paint کرے، جو متفکر ہے اور جو آپ کو اور ساری دنیا کو سبق مل رہا ہے وہ ان اگلی صورتوں سے مل رہا ہے جن کے لیے پچھلی شہادتیں ہمارے پاس مفقود ہیں۔ عقل اگر خدا کا سوچ رہی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شہادتوں

کی بنا پر نہیں سوچ رہی اسکو ایک ایسی چیز سے واسطہ ہے جو اسکے دائرے میں آ رہی ہے مثلاً فرض کرو، عقل والا سوچتا ہے کہ کائنات کیوں اسطرح regularly بنی ہے، اسکی جسمانی شہادتیں اسکے پاس نہیں ہیں، اسکی وجودی شہادتیں اسکے پاس نہیں ہیں مگر پھر بھی اسکو عقل جانتی ہے کہ ایک کام جاری ہے، ایک بہت بڑا آسمان قائم ہے، اس میں ستارے چل رہے ہیں......یعنی عقل یہ جاننا چاہتی ہے کہ ستارے ترتیب سے کیوں چل رہے ہیں؟ یعنی اسکے reason تک پہنچنا اسکے لیے امر محال ہے۔ کوئی کو اٹم سے سوچتا ہے تو وہ غلط ہو جاتی ہے، relativity سے سوچتا ہے، کچھ عرصے بعد relativity ناقص نکل آتی ہے تو وہ پھر خدا کا سوچتا ہے کہ شاید اللہ نے اسے ایسے بنایا ہے تو عقل تو جاتی ہی beyond the senses ہے۔ عقل کا واسطہ ہی خیال سے خیال تک کو ہوتا ہے اور یہ ایسی proposition کو discuss کرتی ہے جو وجودِ مادہ میں نہیں آتیں اس لیے یہ کہنا کہ خدا بے عقلی سے سمجھ آئے گا بڑا مشکل ہے۔

سوال: بنیادی اخلاقیات کا پہلا سبق یہ ہے کہ ہر کام اللہ کے نام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا جائے۔ کیا اس ترجیح سے گریز کرنا باعثِ زوالِ امت نہیں ہے اگر ہے تو اسکو پڑھنے کا حکم کیا ہے واجب، فرض یا مستحب؟

جواب: جیسے ''انشاء اللہ'' کے بارے میں بتایا گیا کہ اگر آپ میں کوئی بات نہیں تو آپ اس طرح فرمایا کریں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح ہی ہوگا اور اگر بھول جائیں تو جب یاد آئے تب پڑھ لیا کریں۔ اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کبھی زوروں کی بھوک لگی ہو تو بھول بھی جاتا ہے اور کبھی عجلت میں آدمی نہیں بھی پڑھتا تو جب یاد آئے تو آپ اس کو پڑھ لیا کریں۔

مولوی فضل صاحب: سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جو اچھا کام بغیر ''بسم اللہ'' کے کیا جائے وہ ہمیشہ منقطع ہوتا ہے، ناکام ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھانا کھاؤ، پانی پیو، دروازہ کھولو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى'' میرا محبوب اپنی خواہشات سے نہیں بولتا جو میں وحی کرتا ہوں اسی سے وہ کلام آگے آپ تک پہنچاتا ہے۔ تو آپ یونہی سمجھو کہ بسم اللہ پڑھنا خدا کا حکم ہے۔

پروفیسر صاحب: میں آپ سے ''بسم اللہ'' کا ایک اور وصف بیان کرنا چاہتا ہوں جس کا میں ذاتی طور پر شہادت دینے والا ہوں کہ میں نے ایک دفعہ ایک حدیث پڑھی تھی کہ اگر کوئی چوٹ لگ جائے تو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ لو تو اس چوٹ کا اثر زائل ہو جائے گا تو اتفاق دیکھئے کہ میں

ایک دفعہ دروازے کے بالکل قریب کھڑا تھا تو ایک انتہائی فضول اور واہیات جھونکا ہوا کا ایسا سختی سے آیا......تو جیسے بڑے زور سے پٹ (دروازے کا) بجتا ہے تو میری یہ انگلی......ابھی اس پر نشان باقی ہے ناخن کے ٹوٹنے کا......یہ اسکے درمیان آ گیا جس طرح کہ عموماً آ جاتا ہے۔ آپکو پتہ ہے کہ زور کی چیخ نکلتی ہے تو یہ اسکے درمیان آ گیا اور اتنے زور سے لگا کہ ناخن بھی ٹوٹ گیا اور یہ ختم ہی ہو گیا، آپ یقین جانیے کہ عین اسی وقت مجھے حدیث یاد آ گئی کہ جس نے زخم پر یا چوٹ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو اس کی چوٹ کا درد چلا جائے گا۔ میں نے اس وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پھونک دی اور ربِّ کعبہ کی قسم! پتہ ایسے ہی لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یعنی آپ یقین جانیے کہ مجھے پتہ ہی نہیں لگا کہ یہاں کچھ ہوا ہے حالانکہ ابھی بھی یہ ٹوٹا ہوا ناخن موجود ہے، اسکے آثار موجود ہیں۔ وہ ابھی بھی غلط اگا ہے مگر اس چوٹ کی، درد کی اور اذیت کی بات بتاؤں کہ جب میں نے فوری طور پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس پر پھونکا تو تمام کیفیتِ درد جاتی رہی۔

اب اس پر ایک نقطہ میں آپ کو اور بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں درست اور صحیح ہوتی ہیں، صرف یہ کہ وقت پر ہمیں ان کا خیال کرنا ہے۔ اب لوگ آدھے گھنٹے بعد پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اس عورت کی طرح ہے کہ جسکا بیٹا مر گیا تھا اور بڑا رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبر کر''۔ اس نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس عالم میں کس کو صبر آتا ہے؟'' تو تین چار دن رو دھو کے، سارے آنسو ختم کر کرا کے واپس آئی تو کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے صبر کر لیا ہے تو فرمایا: ''اب بھی کوئی صبر ہوتا ہے؟''

سوال: اسلام میں حجاب اور اسکی حدود کیا ہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: خواتین و حضرات! میرا خیال ہے کہ بعض اوقات تھوڑی سی آپ تکلیف فرمالیں تو آپ کو بڑی آسانی سے وہ تمام آیات نظر آتی ہیں۔

مدینہ میں خواتین کام کیا کرتی تھیں......وہ اپنے مردوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی تھیں، بنیادی طور پر زرعی معاشرہ تھا۔ وہاں آپ سوچ سکتے ہیں کہ عورت پر کس درجہ پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں، کس درجہ اسکو محدود کیا جا سکتا ہے، یہ بھی آپ جانتے ہو تو اصولاً قرآن نے بھی عورت کو اس طرح محدود نہیں کیا کہ اس کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کی ہو یا اس نے اسکو زیادہ مصیبت میں ڈال دیا ہو یا ایک ایسے معاشرے میں جہاں وہ اس کے تنظیمی کاموں کا ایک بالکل دوسرا حصہ تھی۔ حجاب نشان ہے جیسے بنو قریظہ کے بازار میں ایک خاتون کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا

اور ایک یہودی نے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو ایک مسلمان نے اسے قتل کر دیا۔ پھر یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ جب مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم کیسے پہچانتے کہ یہ مسلمان ہے۔ یہ باقی عورتوں کی طرح ایک عورت تھی، باقیوں کی طرح اسکا لباس تھا، باقیوں کی طرح اس کے انداز تھے، تو ہم کیسے پہچانتے کہ یہ مسلمان ہے۔ پھر اسی طرح ام المومنین سودہؓ کے بارے میں ہے کہ جب وہ باہر نکلتی تھیں تو حضرت عمرؓ نے کہا: ''اے سودہ! میں نے آپ کو پہچان لیا''۔ تو انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت فرمائی اور حضور ﷺ اپنے لہجے سے تو بات ہی نہیں کرتے تھے: ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى '' تو کچھ عرصے کے بعد مسلمان عورتوں کی شناخت کیلئے پردہ لازم کیا گیا۔

سوال: توکل کی آخری limit کیا ہوگی؟

جواب: توکّل کی limit وہی ہوگی کہ جو اس حدِ فکر تک جائے گی اس لیے خدا کسی کو بے جا آزمائشوں میں نہیں ڈالتا مگر بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جب ہم پر ذرا سی مصیبت پڑتی ہے تو ہم چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم تو ایک دن بھی نہیں صبر سے نکال سکتے، ہم تو مر جائیں گے، ہم گزر جائیں گے، ہماری ہمتیں ٹوٹ جائیں گی، ہمارا یہ ہو جائے گا، تو پھر خداوندِ کریم ان کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم اس سے کہیں زیادہ مصیبت سہہ سکتے ہو تو اس آدمی پر مصیبت ٹھہرتی ہے کہ جو اپنے آپ کو اس سے نکالنے کیلئے عجلت میں ڈال دیتا ہے، جو کسی مصیبت کو نکالنے کیلئے عجلت میں پڑ جائے اس پر مصیبت ٹھہر جاتی ہے اور خدا قائل کرتا ہے بندے کو کہ تیری گنجائشِ برداشت اس سے کہیں زیادہ ہے جس کو تُو کہہ رہا ہے کہ میں نہیں کر سکتا۔ کبھی کبھی توکل اس لیے بھی مشکل لگتا ہے کہ اس کی گنجائش آپ میں ہوتی ہے مگر آپ کو اپنی گنجائش کا خود پتہ نہیں ہوتا۔

سوال: بقول ''ابن عربیؒ'' زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا تو پھر مہدی کا ظہور ہوگا تو کیا ہمارے زمانے ہی کی بات ہو رہی ہے؟

جواب: بقول ''ابنِ عربیؒ'' جب زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا۔ تو کیا میں ان سے جنہوں نے سوال کیا ہے پوچھ سکتا ہوں کہ کیا بسم اللہ کے حروف پر گھوم رہا ہے زمانہ؟ میرا تو خیال ہے کہ ''وَالضَّآلِّیْنَ'' پر گھوم رہا ہے۔

سوال: ایک سوال ہے کہ سیّد خاندان کے لوگ شادیاں سیّد خاندان سے باہر نہیں کرتے۔ اس کی

شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا ایک لڑکی اپنی مرضی سے خاندان سے باہر شادی کر سکتی ہے؟

جواب: اس پر اختلافات تو بڑے ہیں مگر میرا اپنا خیال یہ ہے کہ سیّد کے لیے بھی کافی گنجائش ہوتی ہے کیونکہ اگر سیّدہ فاطمہؓ کو ذریّتِ نبی ﷺ کہا گیا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ایک قریشی ہیں، ہاشم بھی ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو اس سے دائرہ بڑا کھل جاتا ہے کہ اگر ایک پیغمبر اپنی بیٹی چچازاد بھائی کو دے دے تو نسب کے علاوہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حیثیت ہے کہ وہ بنو ہاشم میں سے ہیں یا قریش میں سے ہیں تو سادات کسی بھی قریشی اور ہاشمی کو اپنی بیٹی دے سکتے ہیں اگر pure سادات ان کو مشکل سے ملتے ہیں تو اسطرح ان کی range کھل جاتی ہے۔ مشورتاً ہی کہہ رہا ہوں کیونکہ بہرحال یہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔

میرا اپنا خیال ہے کہ یہ ایک سماجی مسئلہ ہے اور عرب میں یا دوسرے مقامات پر اس کی گرفت ایسی نہیں ہے چونکہ برصغیر میں ذات پات کا system بہت تھا اور بڑا rigid تھا۔ چندر گپت موریا کے زمانے سے جو برہمن، کھشتری، ویش اور شودر کا concept بن گیا تھا۔ جب مسلمان آئے تو وحدانیت تو متاثر نہیں ہو سکی مگر چار بڑی races کو معتبر سمجھا جانے لگا جن میں سادات بھی تھے جو برہمن کے pattern پر آ گئے اور مغل کھشتریہ کے pattern پر آ گئے۔ اسی طرح ویشہ جو تھے New converted تھے اسلام میں سے اور افغان چونکہ High landers تھے اس لئے وہ اونچی ذات میں آ گئے تھے جیسے اقبالؒ کہتا ہے:

؎ یوں تو تم سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

یہ pattern ہمارے ملک میں بھی بن گئے۔ ویسے Practically I have not heard any such restriction نہ ہی عرب ممالک میں، نہ ہی قریش میں بلکہ ہمارے یہاں کچھ ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں سادات نے معمولی مسلمانوں کو بھی اپنی بیٹیاں دے دیں مگر ایک احتیاط شاید اس لیے ہے کہ برصغیر کے لوگ عقیدت مندی میں بہت آگے ہیں۔ ہمارے لوگ جذباتی ہیں، مغلوب الغضب ہیں۔ کبھی کبھی بیگمات کو الٹی سیدھی سنا جاتے ہیں۔ ویسے بیگمات بھی ہو جاتی ہیں مگر زیادہ تر دیکھا گیا ہے کہ وہ کچھ ایسی باتیں کر دیتے ہیں کہ جیسے کسی کو ایسی غلط بات کہہ دیتے ہیں جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے یا کوئی ایسی بات کہہ جانا کہ خدا ہے اگر کسی مسلمان کی ایسی بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے تو پھر تو اس کی عاقبت خراب

ہو جانے کا مکمل اندیشہ ہو جاتا ہے تو یہ ایک احتیاط کے طور پر شادی نہیں کرتے خاص کر بریلوی تو فتویٰ بھی دیتے ہیں ہمارے ہاں مگر احتراماً...... ایسا نہ ہو کہ سیّد خاتون کا احترام ہم نہ کر سکیں کیونکہ میاں بیوی میں تو اتنے احترامی درجات نہیں قائم ہو سکتے تو یہ کوشش کرتے ہیں کہ سیّد سے شادی نہ ہو مگر میرا خیال ہے کہ سیّد حضرات کو بھی صورتِ حال exploit نہیں کرنی چاہیے۔

سوال: انسان کی روح جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ heaven کی entity ہے مگر جب انسان گناہ میں ہوتا ہے تو کیا روح جسکو معلوم ہے وہ جا کے اللہ کو اپروچ کرتی ہے کہ اسے بخش دیا جائے؟

جواب: میں ابھی بھی اس سوال کو نہیں سمجھ سکا کیونکہ سوال وضاحت سے نہیں پوچھا گیا۔ بات یہ ہے کہ ہم تو اس خیال سے متفق ہی نہیں ہوتے۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ کوئی جسم اور کوئی روح گناہ گار نہیں ہوتی۔

حضرتِ آدمؑ سے جس خطا کا امکان ہوا اس میں پروردگارِ عالم نے فوری طور پر ہی قصہّ ختم کر دیا کہ آدم کو تو معذرت کے الفاظ ہی نہیں آتے تھے "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا" کہ بہکا دیا...... دیکھئے اگر غور کریں تو آدم کو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ بہک گیا یا اس نے گستاخی کی بلکہ وہاں بھی شرط کا کنایہ استعمال کیا کہ اسکو شیطان نے بہکایا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو بڑے لطیف پیرائے میں اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری شیطان پر ڈال دی۔ انسان پر نہیں ڈالی، شیطان پر ڈالی "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ" (البقرہ ۲:۳۶) "اس کو شیطان نے بہکا دیا" (یعنی میرا بندہ ٹھیک ٹھاک تھا) اللہ تو پھر آپ کو پتہ ہے کہ کنایے اور اشارے میں شاعری فرماتا ہے۔ دیکھئے! انداز کیا اختیار کیا پروردگارِ عالم نے کہ ایک کنائے میں اس کو لے گیا۔ وہ تو یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اے آدم! تو نے غلطی کی...... مگر "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا" معصوم سا تھا بیچارہ...... کل ابھی میں نے بنایا تھا۔ عقل اُس میں تھی نہیں۔ شیطان نے اسے بہکا دیا۔ اب شیطان پر دیکھو کتنا غصہ آیا...... کمبخت! کمینے! تم نے میرے بندے کو بہکایا" فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ" (طٰہٰ ۲۰:۱۲۰) اب میں اصولاً اسے رکھ نہیں سکتا تھا۔ اب جنت میں اسے رکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ جس حالت میں تھا، اس حالت میں نہیں رہا تو اسے نکال لیا۔ "قُلْنَا اهْبِطُوْا جَمِيْعًا" (دونوں اتر جاؤ یہاں سے) مگر آگے جو اصول ہے کہ زمین پر اتارنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ میں سزا دے رہا ہوں۔ Christians کی طرح یہ نہیں کہا۔ "مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" (البقرہ ۲:۳۶) جاؤ! گھبرانا نہیں! اس میں فائدہ ہے

تمہارا...... اسکو حوصلہ دیا کہ گھبرانا نہیں، تھوڑے سے عرصے کیلئے جانا ہے۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ میں نے کچھ judgement کے laws دیئے ہیں۔ میں اب شیطان کے سامنے تمہیں رعایت نہیں دے سکتا۔ دیکھو! میں خدا ہوں، اس کا بھی ہوں...... کل کو وہ کہے گا، "اللہ میاں! تو نے بے انصافی کی۔ سب کیلئے تُو نے سزا رکھی ہوئی تھی مگر آدمؑ تیرا اتنا لاڈلا تھا کہ اسکی تو نے خطا بخش دی"۔ تو کہا، دیکھو! میں نے رکھنا ہے بھرم اپنی خدائی کا بھی...... ٹھیک ہے تم بڑے لاڈلے ہو، معصوم ہو۔ مگر تم کو زمین پر بھیجوں گا۔ یہ سزا کے طور پر نہیں ہوگا۔ "مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" تھوڑی سی دیر کا قرار ہے اور اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔ تو خواتین و حضرات! زمین پر تشریف لانے کے بعد حضرت آدمؑ لگتا ہے بالکل بدحواس پھرتے تھے۔ یادِ خدا میں بے قرار روئے جا رہے تھے، بجائے خدا کی فکر میں رونے کے، سُنا یہی گیا ہے، تمام پرانی باتیں ہیں کہ حوا کی یاد میں ایک سو برس روتے رہے۔ اب اللہ بھی یہی کہے گا کہ کس مصیبت میں پڑ گیا۔ ایک تو اسکو "خلیفۃ اللہ" بنایا، پھر اس کو بیوی دی، اوپر سے اس کی فکر میں روئے جا رہا ہے تو پھر خداوندِ کریم نے فرمایا: "فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ" (البقرہ ۲:۳۷) کہ یار تجھے پتہ ہی نہیں کہ مجھ سے معافی کیسے مانگنی ہے۔ چلو یہ بھی میں تمہیں القاء کر دیتا ہوں۔ کیا مصیبت ہے، یہ اسکو کیا بنا بیٹھا ہوں کہ ہر چیز خود ہی دینی پڑتی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے خود القاء کئے ہیں اس کے دل پر کلماتِ توبہ...... پھر کہتا ہے: "اس انداز سے معافی مانگ، میں تجھے بخش دونگا، کہتا ہوں نا"...... آدم کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا، روئے جا رہے تھے۔ "بھئی میں تجھے معاف کروں گا...... اس طرح مانگ"......:

"رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (الاعراف ۷:۲۳)

(اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے)

"کچھ admit تو کر، کچھ غلطی کو مان، پھر میں تیرا خسارہ پورا کروں گا۔" سو، اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

اب دیکھئے اس پوری داستان میں روح اور بدن کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور پھر جب وہ جنت میں تھا تو اسکا روح اور بدن دونوں separate تھے ہی نہیں جس میں وہ غلطی کرتا پھرا گر وہ زمین پر بھیجا گیا تو علیحدہ کر کے تو بھیجا ہی نہیں گیا۔ پھر اگر روح عقل ہے اور بدن جبلت ہے تو روح ذمہ دار ہے فیصلوں کی...... سو فیصلہ تو روح نے کیا تھا۔ اس لیے بہت ساری باتیں حل

جانے کے بعد ہم اس خیال کو definitely کہہ سکتے ہیں کہ پہلی خطا میں اور آدم کے نزول میں اور حضرت آدمؑ کی توبہ میں کسی قسم کا bifurcation of question پیدا نہیں ہوا بلکہ خداوندِ کریم کے حضور ایک بندہ، روح نے غلطی کی، پھر اللہ نے اس کو سزا سنائی، زمین پر بھیجا اور سزا بھی نہیں سنائی بلکہ بعد میں یہ کہہ دیا کہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ سو اللہ نے آدمؑ کو بخشا اور وہ clean ہو گیا۔

There is no other problem except simple, it's very simple problem.

کہ جو حضرت یونسؑ بن متی نے کہا کہ اے اللہ تو خطا سے پاک ہے۔ میں خطا کار ہوں، میں نے ہر صورت میں کرنی تھی، مجھ سے ہو گئی ہے...... I am sorry مجھے معاف کر دے۔ اللہ نے کہا، ٹھیک ہے I forgive you سادہ طریقہ ہے مگر اچھا طریقہ ہے۔ I forgive you نہ صرف تم کو معاف کیا بلکہ ان تمام مسلمانوں کو معاف کیا جو اس سادہ طریقہ سے مجھ سے معافی مانگیں گے، جو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کریں گے، عذرِ گناہ نہیں دیں گے، لفاظی میں نہیں پڑیں گے۔ سادہ سی بات ہے: ''اللہ تعالیٰ تُو perfect ہے، میں خطا کار ہوں، میں مکمل نہیں تھا، مجھ سے غلطی کا امکان تھا، میں غلطی کر بیٹھا ہوں، مجھے معاف کر دے'' اللہ نے کہا: ''میں نے معاف کیا''۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ '' (الانبیاء ۲۱: ۸۷،۸۸)

کہا: ''ٹھیک ہے، accept میں یہ عذر قبول کرتا ہوں''۔ تو معاف کرنا گناہ کے ضمن میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو اپنے رحم و کرم سے معاف کرنے پر تلا ہوا بیٹھا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کا دامنِ توبہ دراز نہ ہو۔ وہ جو عملِ رحمت سے اور عملِ مغفرت سے لدا پڑا ہے اور آپ کا دامنِ توبہ جو ہے وہ تنگ ہے اور وقت پر کشادہ نہیں ہوتا۔

سوال: خیالات کیا ہیں؟ خیالات کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ کیا ان کی بھی کوئی دنیا ہے؟ کون پیدا کرتا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! ایک جدید ترین ریسرچ سے میرا نقطۂ نظر دنیا بھر کے سائنسدانوں سے مختلف ہے۔ میرا خیال یہ ہے، ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں کبھی یہ تحقیق آگے بڑھے تو یہ احساس پیدا ہو کہ ہم خود خیال کو سوچتے نہیں ہیں۔ قرآن حکیم کی رو سے اس بات پر آپ مجھ سے اختلاف

کر سکتے ہو اور اپنی رائے خود قائم کر سکتے ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ انسان receptive ہے، انسان سوچتا نہیں ہے بلکہ receptive of thoughts ہے۔ جیسے ہمارے دل میں دو cardiac veins گزرتی ہیں (جیسے آپ کے دل کا cardiograph تیار ہوتا ہے) اسی طرح ذہن میں بھی دو لہریں گزرتی ہیں۔ ایک پر خیالِ خام الہام کیا جاتا ہے اور دوسرے پر خیالِ خیر الہام کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی ذاتی زندگی میں کبھی نہ کبھی اس بات پر حیران ضرور ہوا ہوگا کہ یہ تو میں سوچنے والا نہیں تھا جو میں سوچ رہا ہوں۔ کبھی نہ کبھی آپ کو یہ خیال آتا ہوگا کہ کس قسم کے خیال میرے ذہن میں آ رہے ہیں؟ یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میرا تو کبھی دھیان ہی نہیں اس طرف گیا۔ میں تو اس مسئلے میں ملوث ہی نہیں تھا۔ یہ عجیب و غریب صورتِ خیال کیوں بن گئی۔ تو خواتین و حضرات اس کی ایک reason ہے۔ میں وہ reason آپ کو explain کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: ''وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا'' ''اور نفس کی قسم! جس نے اس کو درست کیا'' (ہم نے نفسِ انسان کو درست کیا) ''فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا'' ''(پس اس میں ڈالی اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری)'' (شمس ۹۱: ۷،۸) (ہم نے اس پر الہام کیے خیالِ خیر، ہم نے اس پر الہام کیا فسق و فجور) ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ عجیب بات لگے مگر انسان کی Intelligence capacity یا اسکا Intellectual vision جو ہے یا اسکا Intuotional concept جو ہے کبھی بھی اس کا اپنا نہیں رہا۔ اگر اسکا اپنا ہوتا تو وہ اسکا کوئی وقت مقرر کرتا، اسکی کوئی عادت مقرر کرتا۔ نیوٹن کو خالی کششِ ثقل پر ہی وجدان کا القاء نہ ہوتا اور کئی بڑے مسائل میں وہ الجھا ہوا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ الیگزینڈر فلیمنگ کو ایک اچانک حادثے سے پنسلین نہ ملتی، نہ Amazon میں گھومتے پھرتے ہوئے کسی کو مائی سین discover ہوتی۔ مسئلہ یہ ہے کہ خدا نے جس چیز کی دنیا میں ضرورت سمجھی، جس چیز کو عام کرنا چاہا، جس چیز کو علم عطا کرنا چاہا وہ علم عطا کر دیا اور کسی نہ کسی شخص کو اسکا instrument بنایا۔ ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ'' اللہ نے تمام بنی آدم کو یہ عزت بخشی کہ وہ اپنی محنت اور استطاعت کے اخلاص سے اللہ کی طرف سے کوئی بھی guidance حاصل کر سکتے ہیں، چاہے وہ جارج سٹیفن ہو، چاہے Double Helix کا ڈاکٹر واٹسن ہو، چاہے کوئی آئن سٹائن ہو، اس میں اخلاص و محنت کا درک ہے اور خداوندِ کریم اچانک چپکے سے اسکے الہام میں وہ خیال، وہ حل، وہ معقولیت ڈال دیتے ہیں جس سے اس کی دنیا میں بھی شہرت ہوتی ہے اور خلقِ خدا کیلئے کسی عظیم کارنامے کی ابتدا بھی